تنظیم اسلامی کا ترجمان

34

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

25 صفر تا یکم ربیع الاوّل 1442ھ / 13 تا 19 اکتوبر 2020ء

توکل علی اللہ اور اسباب

ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہنے کے بجائے جتنے بھی اسباب و وسائل فراہم کر سکتے ہو کرو' لیکن تمہارا توکل ان اسباب و وسائل پر نہ ہو۔ یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ اسباب سے کچھ نہیں ہوگا' بلکہ ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا۔ اور اللہ بغیر اسباب کے بھی نتیجہ پیدا کر سکتا ہے' وہ اسباب کا محتاج قطعاً نہیں' اور اللہ تعالیٰ اسباب کے ہوتے ہوئے الٹا نتیجہ بھی برآمد کر سکتا ہے' وہ اسباب کا پابند نہیں۔

ان دونوں میں سے کوئی پہلو بھی اگر آپ کے ذہن میں ہے تو آپ ''شرک فی التوکل'' کے اندر ملوث ہو گئے۔ میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ آپ نے کہیں جانا ہے اور آپ کے پاس کار یا کوئی اور سواری درست حالت میں موجود ہے' آپ نے اس کے لیے پٹرول کا انتظام بھی کر لیا ہے اور آپ نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آپ صبح اُٹھ کر لازماً اپنی منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ اگر آپ کو یقین ہو گیا ہے کہ اب آپ کے روانہ ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور آپ یہ بھول گئے ہیں کہ ان اسباب کے اوپر ایک مُسبّب الاسباب ہستی بھی ہے اور سارے وسائل کے جمع ہونے کے باوجود بھی آپ اُس کے اِذن کے بغیر ہل نہیں سکتے تو آپ گویا مادہ پرستی کے شرک میں مبتلا ہو گئے' شرک فی التوکل میں ملوث ہو گئے۔ یہ اصل میں محجوبیت ہے کہ آپ اسباب کے پردے میں محجوب ہو گئے' اسباب کا یقین آپ کے دلوں میں پیدا ہو گیا۔ آپ کے ذہن میں اسباب پر توکل پیدا ہو گیا' آپ نے اپنے دل کے سنگھاسن پر مادی اسباب و وسائل کو بٹھا دیا' اللہ سے نگاہیں محجوب رہ گئیں۔ جیسے اقبال نے کہا: ؎

بُتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

رَبِّ کائنات کا فیصلہ

تنظیم اسلامی کی دعوت (II)

FATF شکنجہ اور نکلنے کے راستے

جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

دوسری دعا

ہر انسان کے اعمال کا وزن ہوگا

الھدیٰ (907)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ المُؤمِنُون — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات:102 تا

فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ
الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ فِیۡ جَہَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴿١٠٣﴾ تَلۡفَحُ وُجُوۡہَہُمُ النَّارُ وَہُمۡ فِیۡہَا
کٰلِحُوۡنَ ﴿١٠٤﴾ اَلَمۡ تَکُنۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فَکُنۡتُمۡ بِہَا تُکَذِّبُوۡنَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوۡا رَبَّنَا
غَلَبَتۡ عَلَیۡنَا شِقۡوَتُنَا وَکُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّیۡنَ ﴿١٠٦﴾

آیت:۱۰۲ ﴿فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿١٠٢﴾﴾ ’’تو جن کے (نیک اعمال کے) پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی فلاح پانے والے ہوں گے۔‘‘

یہ وہ خوش نصیب لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیوی زندگی میں واقعتاً اپنی شخصیت کو اپنی روح کے فطری تقاضوں کے مطابق پروان چڑھایا تھا اور اپنی خودی اور سیرت کی تعمیر بھی انہی پاکیزہ بنیادوں پر کی تھی۔

آیت:۱۰۳ ﴿وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ فِیۡ جَہَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴿١٠٣﴾﴾ ’’اور جن کے (نیک اعمال کے) پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی ہوں گے جنہوں نے خود کو ہلاکت میں ڈالا' وہ جہنم میں رہیں گے ہمیشہ ہمیش۔‘‘

آیت:۱۰۴ ﴿تَلۡفَحُ وُجُوۡہَہُمُ النَّارُ وَہُمۡ فِیۡہَا کٰلِحُوۡنَ ﴿١٠٤﴾﴾ ’’آگ ان کے چہروں کو جھلسا دے گی اور وہ اس کے اندر بدشکل ہو جائیں گے۔‘‘

چہروں کے جھلس جانے کے باعث ان کی شکلیں بگڑ جائیں گی۔

آیت:۱۰۵ ﴿اَلَمۡ تَکُنۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فَکُنۡتُمۡ بِہَا تُکَذِّبُوۡنَ ﴿١٠٥﴾﴾ ’’(ان سے کہا جائے گا) کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں' تو تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے!‘‘

آیت:۱۰۶ ﴿قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَیۡنَا شِقۡوَتُنَا وَکُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّیۡنَ ﴿١٠٦﴾﴾ ’’وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی تھی اور (ہم تسلیم کرتے ہیں کہ) ہم گمراہ لوگ تھے!‘‘

فرمان نبویؐ

افضل ترین اور عقل مند مؤمن

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ ﷺ اَیُّ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَفۡضَلُ وَاَیُّ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَکۡیَسُ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((أَفۡضَلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَحۡسَنُہُمۡ خُلُقًا وَاَکۡیَسُہُمۡ اَکۡثَرُہُمۡ لِلۡمَوۡتِ ذِکۡرًا وَاَحۡسَنُہُمۡ لَہٗ اسۡتِعۡدَادًا اُولٰٓئِکَ الۡاَکۡیَاسُ))

(رواہ البیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ کون سا مومن سب سے افضل ہے اور کون سا مومن سب سے زیادہ عقل مند ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’مومنوں میں سے افضل ترین مومن وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو اور سب سے عقلمند وہ ہے جو موت کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو اور سب سے زیادہ موت کے لئے تیاری کرنے والا' سب سے زیادہ عقل والا ہے۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
25 صفر تا یکم ربیع الاوّل 1442ھ جلد 29
13 تا 19 اکتوبر 2020ء شمارہ 34
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دار الاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربِّ کائنات کا فیصلہ

اللہ ربّ العزت نے انبیاء اور رُسل کو واضح بیّن اور روشن نشانیاں دے کر دنیا میں بھیجا۔ یہ نشانیاں ہر خاص و عام کو سر کی آنکھوں سے بآسانی نظر آتی تھیں۔ ان نشانیوں کو پیغمبروں کے معجزات کہا جاتا ہے۔ معجزہ کا حقیقی مفہوم ہے ایسا ماورائے عقل کام جو نہ صرف فرد بلکہ معاشرے کی اجتماعی دانش کو بھی عاجز کر دے۔ معجزہ کی پشت پر نہ مادی سائنس ہوتی ہے اور نہ اُسے مادی وسائل کی مدد درکار ہوتی ہے۔ عصائے موسیٰ ؑ کی ایک ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ پڑتے ہیں تاکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ہر ایک کو اپنا چشمہ میسر آ جائے۔ اسی عصا کی ضرب جب دریا پر پڑتی ہے تو دریا میں پانی کی دیواریں کھڑی ہو جاتی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لیے بیچ دریا راستہ بن جاتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اپنی آنکھوں سے ایک اونٹنی کو پہاڑ کی کوکھ سے جنم لیتے دیکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کیا اور مادر زاد اندھے کو بینائی کی نعمت سے نوازا۔ لیکن ان تمام معجزات پر مکان و زمان کی قید لگی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں شق القمر کا واقعہ ہوا۔ چاند کا دو حصوں میں بٹ جانا چونکہ آسمان پر ہونے والا ایک واقعہ تھا لہٰذا یہ مقام کی قید سے آزاد تھا اور دنیا کے کسی بھی ایسے حصہ میں دیکھا جا سکتا تھا جہاں آسمانِ دنیا پر چاند نظر آ رہا تھا۔ تاریخ میں ایسے مستند اور قابل یقین شواہد موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں بھی یہ نظارہ دیکھا گیا۔

ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بھیجنے کا سلسلہ اُس وقت تک جاری رکھا جب تک اللہ کی ربوبیت، کائنات کی حقانیت اور آخرت کی حتمیت پر یقینِ محکم کے لیے انسان کو معجزے دکھانے کی ضرورت تھی اور انسان عام اشیاء کو اُتنا ہی جانتا اور سمجھتا تھا جتنی اور جیسی اُسے ننگی آنکھ سے نظر آتی تھیں یا اپنے ماحول سے وہ اخذ کر سکتا تھا۔ مثلاً اُس دور کے آدمی کو زمین کے گول ہونے کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اُس دور کا حکیم انسان کے اندر قائم نظام کو اُس طرح نہیں سمجھ سکتا تھا جیسے آج کا سرجن اُس نظام کو دیکھتا ہے اور حیرت و تحسین سے سر دھنتا ہے۔ (کسی کے ہاتھ میں شفا کا ہونا اور نہ ہونا بالکل الگ بات ہے)۔ اگر اُس دور میں کسی سے کہا جاتا کہ تم نے اپنے والدین کی شادی کا منظر دیکھا ہے تو وہ اُسے گالی سمجھ کر مرنے مارنے پر اُتر آتا۔ آج کا بچہ بلکہ نوجوان اپنے والد کو نکاح نامہ پر دستخط کرتے اپنی آنکھوں سے ٹیلی ویژن سکرین پر دیکھ سکتا ہے۔ اُس دور کا انسان یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ زمینی لحاظ سے ہزاروں میل کے فاصلے کے مکین نہ صرف محوِ گفتگو ہو سکتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو ایسے ہی دیکھ سکتے ہیں جیسے کوئی چند گز دور بیٹھا ہو۔ آج آپ آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ سے دس سال پرانی اپنی یا کسی کی گفتگو اس طرح دوبارہ سن سکتے ہیں کہ اُس میں زیر زبر کا فرق نہ آئے۔ سوشل میڈیا اور موبائل ٹیکنالوجی نے تو ساری دُنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

خلائی دور میں داخل ہونے کے بعد انسان کے سامنے ایسے ایسے حقائق آئے ہیں کہ وہ اس کائنات کی عظمت اور اس میں قائم کردہ ایک زبردست نظام کا ذہنی طور پر قائل ہوگیا ہے۔ کوئی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرے تو بات الگ ہے وگرنہ اکثر سائنس دان اور ماہرین تو رب کائنات کی خلاقی پر اش اش کرتے ہیں۔ آج کے انسان کو صرف دیانت دار اور حقیقت کو تسلیم کرنے والا ہونا چاہیے تو وہ جان لے گا کہ ایسا بے مثل نظام نہ خود بخود قائم ہوسکتا ہے اور نہ ہی خود بخود چل سکتا ہے جب تک اُس کا کوئی خالق اور نگران نہ ہو۔ انسان عقل اور سوچ سے اس نتیجہ پر بھی پہنچ سکتا ہے کہ ایسا باکمال، بے مثل نظام اور وسیع وعریض سلسلہ صرف Unity of Command سے چل سکتا ہے۔ گویا ہماری عقل بھی ہمیں توحید کا راستہ دکھاتی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ انسان یہ راستہ دیکھنا چاہتا ہے یا جان بوجھ کر اندھا بنا رہتا ہے۔

سائنس اب اس نتیجہ پر بھی پہنچ چکی ہے کہ اس کائنات کا ایک خاتمہ بھی ہے، یعنی قیامت کی قائل بھی ہو چکی ہے۔ پھر یہ کہ اگر آج کا انسان چالیس پچاس سال پرانی یادیں پردۂ سکرین پر تازہ کرسکتا ہے تو انسان کا خالق اُسے اُس کی ساری زندگی کی فلم کیوں نہیں دکھا سکتا؟ اور پھر یقیناً ارشادِ ربانی ہوگا کہ آج تو اپنا فیصلہ خود کر! اگر ہمارا کمپیوٹر بٹن دبانے سے تمام یادداشتیں، تمام حساب کتاب اور ہر قسم کے کوائف نکال باہر کرسکتا ہے تو خالق کا سپریم کمپیوٹر کائنات کی ساری کہانی کیوں نہیں دہرا سکے گا؟ اگر ذہن تعصب اور اختیاری جہالت سے مجبور نہیں تو وہ تسلیم کرے گا کہ آخرت میں احتساب اور جزاوسزا جہاں ایمان بالغیب کا حصہ ہے وہاں بعید از عقل بھی نہیں۔ انسان کی ایک مجبوری اور بھی ہے، وہ یہ کہ وہ اپنی حدود سے باہر نہیں جاسکتا، مثلاً اس دنیا میں لاکھوں انسانوں کے قاتل کو زیادہ سے زیادہ سزا موت ہی دی جاسکتی ہے اور اسی طرح کسی عظیم ترین کارنامے پر جزا بھی محدود ہی دی جاسکتی ہے۔ اسی مادی دنیا میں مکمل جزاوسزا ممکن نہیں۔ لہٰذا عدل کا منطقی تقاضا ہے کہ کوئی ایسی عدالت ہونی چاہیے جو بمطابق جرم سزا دینے اور کارگزاری کے مطابق ایوارڈ دینے کا اختیار رکھتی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان دنیوی علوم سے بے بہرہ تھا اُسے آسمانی ذریعہ یعنی وحی سے بتایا گیا کہ تمہارا ایک خالق ہے، تمہارا اور کائنات کا مقدر موت ہے اور آخرت میں جزاوسزا کا حتمی نظام ہے۔ لیکن جب انسان عقلی طور پر جوان ہوگیا بلکہ چھلانگیں لگانے لگا تب بھی اُسے صرف عقل اور دنیوی علوم کے سہارے چھوڑ نہیں دیا گیا بلکہ اُس کی رہنمائی کے لیے آخری نبی اور رسول ﷺ کو ایسا معجزہ عطا کیا گیا جو زمان ومکان کی قید سے آزاد تھا، یعنی اللہ کا آخری کلام قرآن پاک۔ پھر اُس کے متن کے محفوظ رہنے کا بھی ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دیا گیا۔ صرف وحی کا سلسلہ منقطع ہوا۔ یہ اُس مالک کے غفورورحیم ہونے کا تقاضا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ کی یہ کتاب ہم سے کیا مطالبہ کرتی ہے؟ یہ کہ: (i) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد ہے اور اُس کی ذات وصفات میں کوئی کسی بھی درجہ میں شریک نہیں (ii) آخرت لازماً قائم ہوگی اور جزاوسزا میں صرف اللہ واحد فیصلہ کن اور فیصلہ ساز ہستی ہوگی۔ (iii) دُنیوی زندگی میں اللہ کے آخری رسول ﷺ کی اطاعت لازم ہوگی اور اُن کی نبوت ورسالت تاقیامت قائم ودائم رہے گی۔ ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آج ہمارے پاس عقلی ونقلی سطح پر کوئی جواز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے احکامات سے انحراف کریں یا ہم رسول ﷺ کی اطاعت سے گریز کے راستے نکال لیں۔ ہمیں خاص طور پر آج کے دور میں اُس شیطانی حملے سے محفوظ رہنا ہوگا جو بعض عملیت پسند دانشوروں کے ذریعے ہم پر ہورہا ہے کہ نبی آخرالزمان ﷺ کے فلاں فلاں احکامات وقتی اور عارضی تھے یا فلاں سنتِ رسول ﷺ درحقیقت اُس دور کے کلچر کا حصہ ہے اور آج ہم پر لازم نہیں کہ اُس کلچر کو بھی اپنائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ یہ شیاطینِ انس اگر ہمارا تعلق اور رشتہ سنتِ رسولؐ سے کاٹنے میں کامیاب ہوگئے تو ہم رسول ﷺ سے ہی کٹ جائیں گے اور رسول ﷺ سے کٹ جانے والا بدقسمت انسان دربارِ خداوندی میں بھی بدترین عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔ یہ قرآنی تعلیمات کا مغز اور حاصل ہے۔

اللہ نے دین کے لیے جدوجہد کرنے کو اپنی مدد قرار دیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کی اہم ترین سنت اللہ کے دین کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک کائنات اور مقصودِ کائنات یعنی انسان کے لیے بننے والا دنیوی نظام ہم آہنگ نہیں ہوجاتے، امن قائم نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا نیکی کا نچوڑ، تقویٰ کا حاصل اور اللہ کی رضا کا اصل ذریعہ یہ ہے کہ وہ نظام قائم کیا جائے یا اُسے قائم کرنے کی کوشش کی جائے جو اللہ اور رسول ﷺ نے انسانوں کو اپنی آخری کتاب میں فراہم کیا ہے۔ انفرادی نیکی عادلانہ نظامِ اجتماعی کے قیام کے لیے یقیناً اُس سے بھی زیادہ ضروری ہے جتنی اکھاڑے میں اُترنے والے پہلوان کے لیے جسمانی ورزش اور اچھی خوراک، لیکن اکھاڑے میں اُترے بغیر دشمن کو زیر نہیں کیا جاسکتا۔ غارِحرا، دارِارقم اور شب بھر کی سجدہ ریزی نے حضور ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو یہ قوت بخشی کہ اُنہوں نے بدر وحنین میں جزیرہ نمائے عرب کی کایا پلٹ دی، یہ لازم وملزوم ہیں۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اُمتِ مسلمہ خصوصاً مسلمانانِ پاکستان کے اچھے اور نیک لوگ باہم جڑ جائیں اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اپنے سر پر مسلط باطل نظام کے خلاف جہاد کے لیے میدان میں نکلیں، وگرنہ ہمارے حکمران اور مقتدر قوتیں کافرقوتوں کی ڈکٹیشن پر جس طرح اسلامی نظامِ زندگی سے انحراف کر رہی ہیں اُس میں گندم کے ساتھ گھن کے پس جانے کا بھرپور احتمال ہے۔ وقت کم اور مقابلہ سخت ہے۔ سوچتے رہ جانے سے یا دوسروں کے انتظار میں پانی سر سے نہ گزر جائے۔ یا پھر یہ کہ کوئی ہمیں بتائے کہ دُنیوی اور اُخروی فوز وفلاح کا کوئی اور راستہ بھی ہے۔ وگرنہ اسی ناگزیر راستے کو اپنانا ہوگا۔ یہی سنتِ رسولؐ ہے، یہ رب کائنات کا فیصلہ ہے گویا یہ ہماری تقدیر ہے۔ لہٰذا یہی صراطِ مستقیم ہے۔ یاد رکھیں! انفرادی نیکی اچھی مثال قائم کرسکتی ہے، لیکن بزور بازو معاشرے کا قبلہ درست نہیں کرسکتی، جبکہ اجتماعی سطح پر قائم عادلانہ نظام فرد کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی ترغیب بھی دے سکتا ہے اور اُسے مجبور بھی کرسکتا ہے۔ تب ہی دنیا میں فساد ختم ہوگا اور دُنیا جنت نظیر کہلا سکے گی۔ وما علینا الا البلاغ!

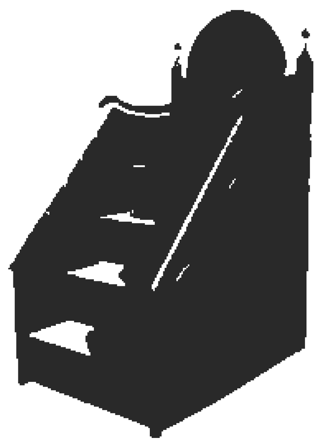

تنظیم اسلامی کی دعوت (II)

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مرکز تنظیم اسلامی گجرانوالہ میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 25 ستمبر 2020ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراهیم

(گزشتہ سے پیوستہ)

عبادت کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں ہمارے خالق، مالک اور رازق کے ساتھ انتہائی درجے کی محبت ہو اور اس محبت کا تقاضا ہے کہ پھر ہم اس ذات باری تعالیٰ کی کلی اطاعت بھی کریں۔ اس حوالے سے اگر ہم کلمہ طیبہ کو ذہن میں لے آئیں: ﴿أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں“۔

آپ ﷺ نے اللہ کی بندگی کا مکمل نمونہ انسانیت کے سامنے پیش کیا۔ لہٰذا عبادت کے لیے نمونہ ہمیں آپ ﷺ کی زندگی سے ملے گا۔ اگر ہم آپ ﷺ کی زندگی کو سامنے رکھیں تو ہمارے شب و روز کے معاملات عبادت بنتے جائیں گے۔ اس کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے کہ کچھ اعمال مراسم عبودیت ہوتے ہیں جو براہ راست عبادت ہوتے ہیں۔ جیسے نماز ہے، نماز میں رکوع، سجدہ ہے۔ اللہ کے گھر کا طواف ہے۔ یہ براہِ راست عبادت کے اعمال ہیں۔ اس کے علاوہ زندگی کے بہت سارے امور ایسے بھی ہیں جن کو سرانجام دینے میں ہم اللہ و رسولؐ کی تعلیم کو سامنے رکھیں گے تو وہ بھی باعث اجر و ثواب کا درجہ اختیار کرتے چلے جائیں گے۔ اس میں حقوق العباد کو شامل کریں۔ معاملات کو شامل کریں، اخلاقیات کو شامل کریں تو ساری زندگی کور ہوتی چلی جائے گی۔ ہمارے ہاں ایک غلط فہمی یہ ہے کہ ہم نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ تک عبادت کے تصور کو محدود کر دیا حالانکہ یہ بڑی بڑی عبادات اور ارکان اسلام ہیں اور اسلام کی پوری عمارت ان پر قائم ہونی ہے۔ البتہ نماز غفلت سے نکال کر ہر چند گھنٹوں بعد اللہ کے حضور لا کر کھڑا کرواتی ہے اور اقرار کرواتی ہے کہ اے اللہ تو: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ ”جزا و سزا کے دن کا مالک و مختار ہے۔“
یعنی ہمارا اصل مسئلہ آخرت کا ہے اور آخرت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ کے بندے بن جائیں۔ اسی لیے نماز میں اس کے بعد ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝﴾ ”ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور ہم صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور چاہتے رہیں گے۔“
اصل بات یہ ہے کہ یہ عہد نماز کے بعد بھی قائم رہے۔ اسی طرح زکوٰۃ مال کی محبت دل سے نکالتی ہے ورنہ مال معبود بن جاتا ہے (بخاری شریف کی حدیث)۔ آج نعرہ کیا ہے: میرا جسم میری مرضی۔ حالانکہ یہ جسم اللہ کا ہے تو میری مرضی بھی اللہ کی چلے گی۔ مال اللہ کا ہے تو اللہ کی مرضی سے خرچ ہونا چاہیے۔ انسان کو صلاحیت اللہ نے دی ہے تو اُسی کی مرضی سے صرف کی جائے۔ روزہ اسی کی مشق ہے۔ شدید بھوک لگی ہے لیکن اس لیے نہیں کھاتے کہ اللہ نے منع کر دیا۔ اسی طرح حج میں بندہ اپنا کاروبار، نوکری، تعلقات سب کچھ چھوڑ کر دیوانہ بن کر اللہ کے گھر کی طرف نکل جاتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کا حکم ہے۔ یہ عبادات ہمیں پوری زندگی کی عبادت (بندگی) کے لیے تیار کرتی ہیں۔ اگلا سوال یہ ہے کہ کیا ان سب کو ادا کر کے دین کے تقاضے پورے ہو گئے؟

میں اس معاشرے میں اکیلا تھوڑا ہوں۔ میں اس معاشرے میں مل جل کر لوگوں کے درمیان رہ رہا ہوں۔ اسی لیے انسان کو انگریزی میں social animal کہہ دیا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان اکیلا رہ ہی نہیں سکتا اور اللہ کی عبادت سب نے کرنی ہے۔ یہاں دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ لیکن جب ہم اکیلے نفل پڑھ رہے ہوں تو تب بھی ہم اس کی جگہ ”اعبد“ نہیں کہتے بلکہ تب بھی ”نعبد“ کہتے ہیں۔ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ یہ سادہ دلیل ہے۔ اصل دلیل یہ ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور خاتم النبیین ﷺ کے اُمتی ہیں۔ ان کی ختم نبوت کے بعد دعوت کا کام جاری ہے اور یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ اس امت کو اسی لیے کھڑا کیا گیا: قرآن کہتا ہے ”تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے‘ تم حکم کرتے ہو نیکی کا‘ اور تم روکتے ہو بدی سے‘ اور تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔“ (آل عمران:110)

ایک بڑا دلچسپ نکتہ ہے۔ قرآن میں عام طور پر ایمان کا بیان پہلے آتا ہے اور عمل کا بیان بعد میں آتا ہے۔ لیکن خیر امت والی اس آیت کی ترتیب دیکھیں کہ یہاں عمل کا ذکر پہلے اور ایمان کا بعد میں ہے۔ یعنی تم بہترین امت ہو، تمہیں لوگوں کے لیے برپا کیا گیا۔ تم نیکی کا حکم دو گے، تم بدی سے روکو گے۔ (اس لیے کہ) تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر محض کلمہ پڑھ کر مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں تو اس میں خیر اُمت والی بات کہاں ہو گی؟ ایمان تو تمام انبیاء پر کچھ نہ کچھ لوگ لائے تھے۔ ایمان لا کر اگر ہم بیٹھے رہیں تو اس میں کمال والی کون سی بات ہے؟ لہٰذا خیر اُمت تب بنو گے جب پیغمبر ﷺ والا کام کرو گے، ان کی نبوت ختم ہو گئی لیکن رسالت (پیغام پہنچانے) والا کام باقی ہے۔ یہ کرو گے تو تم خیر امت بنو گے۔ یہی فضیلت والا کام ہے۔ یہ فضیلت کیا کم ہے کہ دعوت و تبلیغ، دین کی بات کو پھیلانے اور دین کی بات کو پہنچانے کے عمل کے لیے اللہ تعالیٰ نے کم و بیش سوا لاکھ انبیاء کو چنا اور اب اللہ

فرماتا ہے:

﴿هُوَ اجْتَبٰكُمْ﴾ ''اُس نے تمہیں چن لیا ہے'' (الحج:48)

اس سے بڑھ کر فضیلت کیا ہوگی؟ لیکن اُمتی کہلانے کا مستحق وہی شخص ہوگا جو دین کو دوسروں تک پہنچانے کا، دعوت کا کام کرے گا۔ معاف کیجیے گا! ہم کلمہ پڑھ کر اور چند عبادات کر کے بیٹھے رہیں تو یہ اُمتی والا طرزِ عمل نہیں ہے بلکہ امتی وہ کہلائے گا جو امت کے کام میں اپنا حصہ ڈال رہا ہو گا۔ لہٰذا ایمان کے بعد یہ ہر مسلمان کا دوسرا فریضہ ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ عبادت (بندگی) اگر ہمہ وقت لازم ہے تو پھر یہ مارکیٹ، بازار، عدالت، پارلیمنٹ، معیشت وغیرہ سمیت تمام پہلوؤں کے اعتبار سے بھی ہونی چاہیے۔ یعنی زندگی کے ہر شعبے اور ہر معاملے میں بھی اللہ کی بندگی (عبادت) اختیار کرنا ہوگی۔ آج ہماری عدالتوں میں 1860ء اور 1872ء کا قانون بھی چل رہا ہے اس میں کئی باتیں ایسی ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں۔ آج ہماری معیشت میں جوا، سٹہ اور سود بھی موجود ہے یعنی اللہ و رسول ﷺ کے خلاف جنگ بھی چل رہی ہے۔ کیا اس صورت میں ہماری عبادت (بندگی) مکمل ہے؟ جبکہ اللہ جزوی عبادت کو قبول نہیں کرتا۔ (جیسا کہ ہم پہلے پڑھ آئے ہیں) لہٰذا عبادت کی تکمیل کے لیے ہمیں اجتماعی معاملات میں بھی رب کی بندگی اختیار کرنا ہوگی۔ یعنی اسلام کو اجتماعی معاملات میں بھی نافذ کرنا ہے اور بحیثیت اُمتی یہ ہماری اصل ذمہ داری بھی ہے۔ اگر یہ ذمہ داری ادا کریں گے تو خیرِ اُمت کہلائیں گے ورنہ نہیں۔

اب اللہ کا دین تقاضا کرتا ہے کہ اس دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کرو۔ تمام رسولوں کو زمین پر اسی لیے بھیجا گیا تھا۔ سورۃ الحدید میں فرمایا:

''ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان اُتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔'' (الحدید:25)

جن ظالموں کے مفادات ظالمانہ نظام کے ساتھ جڑے ہوں ان سے پیغمبروں نے جنگ بھی کی ہے۔ سورہ آلِ عمران میں فرمایا:

''کتنے ہی نبی ایسے گزرے ہیں کہ جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی۔ تو اللہ کی راہ میں جو بھی تکلیفیں ان پر آئیں اس پر انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور نہ انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ ہی (باطل کے آگے) سرنگوں ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی صابروں سے محبت ہے۔'' (آیت:146)

لیکن اللہ والوں کی جنگ خواہشات، مال و دولت کے لیے نہیں بلکہ ظلم کے خاتمے اور عدل کے نفاذ کے لیے ہوتی ہے۔ یہ پیغمبروں کا مشن تھا۔ یہی محمد مصطفی ﷺ کا مشن تھا۔ قرآن میں تین مرتبہ کہا گیا:

''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الھدیٰ اور دینِ حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر، اور خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو!'' (الصف:9)

چنانچہ اس مشن کو پورا کرنے کے لیے حضور ﷺ نے صرف دعوت و تبلیغ کا کام نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ نے تلوار بھی اُٹھائی۔ 259 صحابہؓ کی جانیں اللہ کی راہ میں پیش کیں۔ حضور ﷺ کا اپنا خون بھی طائف اور احد میں بہا۔ کیا حضور ﷺ کی جان سے بڑھ کر کوئی جان عزیز ہوسکتی ہے، حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کا خون مبارک ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کل شی قدیر ہے۔ اللہ طائف اور مکہ والوں کو مٹا کر رکھ دیتا لیکن اللہ نے حضور ﷺ کا خون بہنے دیا تاکہ اُمت بہانہ نہ بنائے اور اپنے رسول ﷺ کا اُسوہ سامنے رکھ کر دین کے نفاذ کے لیے قربانیاں پیش کرے۔ حضور ﷺ نے 23 برس محنت کی تب جا کر کامیابی ملی۔ قرآن کہتا ہے:

''اور آپؐ کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل ہے ہی بھاگ جانے والا۔'' (بنی اسرائیل:81)

چنانچہ مکہ فتح ہوگیا تب قرآن کہتا ہے:

''جب آ جائے مدد اللہ کی اور فتح نصیب ہو۔ اور آپؐ دیکھ لیں لوگوں کو داخل ہوتے ہوئے اللہ کے دین میں فوج در فوج۔'' (النصر)

پہلے مکہ میں سرداروں کا دین نافذ تھا، ان کا حکم چلتا تھا، ان کا ہی بنایا ہوا نظام تھا۔ فتح مکہ کے بعد اللہ کا دین (نظام) نافذ ہوا اور وہاں اللہ کا حکم چلنے لگا۔ یہ انقلاب بدر، احد اور احزاب جیسے مراحل کے بعد تکمیل کو پہنچا۔ اب یہ کام ہمارے ذمہ ہے۔ کیونکہ دین مکمل ہوگیا۔ اب کوئی نبی نہیں آئے گا اور اس مکمل دین کو دنیا میں غالب کرنا اب اُمت کی ذمہ داری ہے۔ سورۃ الشوریٰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''(اے مسلمانو!) اللہ نے تمہارے لیے دین میں وہی

پریس ریلیز 9 اکتوبر 2020ء

پیمرا میڈیا پر تشہیرِ فحاشی کے خلاف عملی اقدام کرے

شجاع الدین شیخ

پیمرا میڈیا پر تشہیرِ فحاشی کے خلاف عملی اقدام کرے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ پیمرا میڈیا کو محض ترغیب و تشویق دلا رہا ہے اور اُن کی مِنت ساجت کر رہا ہے کہ وہ فحاشی نہ پھیلائے حالانکہ پیمرا ایک قانونی ادارہ ہے اُسے ان تمام میڈیا ہاؤسز اور ذرائع پر پوری شدّ ومدّ سے قانونی پابندی لگانی چاہیے جو دُنیوی مال و دولت کی خاطر قوم کا اخلاق تباہ کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ پیمرا کے اِن نیم دلانہ اقدامات سے شہ پا کر میڈیا فحاشی پھیلانے میں تمام حدود پھلانگ رہا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تشہیرِ فحاشی کے مجرموں کو سخت ترین وعید سنائی ہے۔ اور اُن کے بدترین انجام سے اُنھیں متنبہ کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اب تو صورتِ حال یہ ہوگئی ہے کہ مغرب کا ادارہ یونیسف بھی یہ رپورٹ دینے پر مجبور ہوگیا ہے کہ دنیا میں جنسی جرائم کا جو اضافہ ہوا ہے اُس کی وجہ میڈیا میں فحاشی اور بے حیائی کا بے لاگ مظاہرہ ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلام حیا کو ایمان کا جز قرار دیتا ہے لہٰذا پاکستان جیسا ملک جس کی بنیاد ہی دینِ اسلام ہے اور اُس کے آئین میں یہ درج ہے کہ ریاست کا مذہب اسلام ہے اُس ملک کے حکمران اگر فحاشی اور بے حیائی کے خلاف قانونی کارروائی عملاً نہیں کرتے تو وہ خود دُنیا اور آخرت میں مجرم ٹھہریں گے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

کچھ مقرر کیا ہے جس کی وصیت اس نے نوحؑ کو کی تھی‘ اور جس کی وحی ہم نے (اے محمد ﷺ) آپ کی طرف کی ہے‘ اور جس کی وصیت ہم نے کی تھی ابراہیمؑ کو اور موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو کہ قائم کرو دین کو۔‘‘ (آیت:13)

آج اللہ کی زمین پر اس کے عطا کردہ دین حق کو قائم کرنے کی یہ جدوجہد ہمارے کندھوں پر ہے اور عبادت کی تکمیل کے لیے یہ کرنا ضروری ہے۔ تب ہی اس دنیا میں عدل بھی قائم ہوگا۔ اسی لیے حضور ﷺ سے کہلوایا:

’’اور (آپ کہہ دیجیے کہ) مجھے حکم ہوا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔‘‘ (الشوریٰ:15)

حضور ﷺ نے عدل کے صرف وعظ نہیں کیے بلکہ عدل قائم و نافذ کرکے دکھایا۔ ایک فاطمہ نامی خاتون پر جب چوری کی حد جاری ہو چکی تو بعض لوگ اس کی سفارش کرنے لگے کہ بڑے خاندان کی ہے وغیرہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر بالفرض فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتیں تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیتا۔ یاد رکھو! پچھلی قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ بڑا جرم کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور چھوٹا جرم کرتا تھا تو اس کو سزا دیتے تھے۔ یہ مردہ قوموں کی علامت ہوتی ہے۔ آج ہم نے مردہ قوم کو دیکھنا ہو تو اپنے معاشرے میں دیکھ لیں کہ چھوٹا سگنل توڑ دے تو اس کا چلان ہوتا ہے لیکن جنہوں نے اربوں کے غبن کیے وہ عیاشیاں کر رہے ہیں۔ اگر ہم نے اس مردہ قوم کو دوبارہ زندہ قوم میں بدلنا ہے تو ہمیں اس سرزمین پر عدل کے لیے اللہ کا دین قائم کرنا ہوگا۔ سورۃ النساء میں فرمایا:

’’اے اہل ایمان‘ کھڑے ہو جاؤ پوری قوت کے ساتھ عدل کو قائم کرنے کے لیے اللہ کے گواہ بن کر (آیت:135)

یہ ہمارے فرائض ہیں۔ خود اللہ کا بندہ بننا، دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینا اور پھر اللہ کے دین پر مبنی نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا تاکہ اگر دین غالب اور قائم ہو جائے تو ہماری عبادت مکمل ہو سکے اور اس جدوجہد میں موت آ جائے تو ہم اللہ کے سامنے اپنا عذر پیش کر سکیں کہ جہاں میں مکلف تھا وہاں میں نے بندگی پوری کی اور جہاں میرا اختیار نہیں تھا وہاں میں نے پوری کوشش کی۔ اُمید ہے اللہ کے ہاں سرخرو ہو جائیں۔

چوتھا نکتہ: اقامت دین کام ہم اکیلے اکیلے نہیں کر سکتے۔ بنی اسرائیل میں دو پیغمبر موجود تھے حضرات موسیٰ و ہارون علیہما السلام، لیکن قوم نے صاف جواب دے دیا:

’’انہوں نے کہا اے موسیٰ، ہم تو ہرگز اس شہر میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس میں موجود ہیں‘ بس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور جا کر قتال کرو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔‘‘ (المائدۃ:24)

یعنی جماعت نہیں میسر آئی تو غلبہ دین کا کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا۔ اس کے برعکس محمد رسول اللہ ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، بدر کا موقع ہے، فرماتے ہیں: یارسول اللہ ﷺ! ہمیں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی طرح نہ سمجھیں، اللہ ہمارے ذریعے آپ ﷺ کو آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے۔ آپ ﷺ حکم کریں۔ وہ جانثار صحابہ جنہوں نے اپنی جانیں پیش کی ہیں۔ جنگ اُحد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سمیت ستر صحابہ کی لاشیں اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے تھیں۔ یہ جذبہ تھا تب جا کے دین غالب ہوا ہے۔ آج بھی یہ ہوگا لیکن عالم ظاہر میں ایمان والوں کو جُڑ کر محنت کرنا ہوگی۔ سورۃ العصر میں فرمایا گیا:

’’انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔‘‘

یہاں بھی اجتماعیت کی طرف اشارہ ہے کہ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرو۔ حق یہ بھی ہے کہ کسی نے پڑوسی کا نقصان کیا تو اس نقصان کی تلافی کرنے کے لیے اُس کو قائل کرو۔ سب سے بڑا حق کیا ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ (الحج:62)

آج لوگ کہتے ہیں کہ لوگ ناراض ہو جائیں گے، برادری والے ناراض ہو جائیں گے۔ لیکن کبھی سوچا کہ اللہ ناراض ہو جائے گا۔ ہمیں لوگوں کی فکر ہے کہ لوگوں کی عزت، وقار، رپٹیشن کا معاملہ ہے۔ اللہ سورۃ نوح میں نوح علیہ السلام سے فرماتا ہے:

’’تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کے امیدوار نہیں ہو؟‘‘ (آیت:13)

گھر میں گلاس ٹوٹ جائے یا بیٹا سینہ تان کر بات کر لے یا سمارٹ فون ٹوٹ جائے تو غصہ آ رہا ہے لیکن اللہ کے کتنے احکامات ٹوٹ رہے ہیں‘ اس پر کسی کو غصہ آیا؟ اپنا وقار، بندوں کا وقار تو عزیز ہے لیکن اللہ کے وقار کی پرواہ ہی نہیں۔ جبکہ سب سے بڑا حق اللہ کا ہے کیونکہ اس کو خالق، رازق، رب بھی مانا ہے تو اس کا حکم بھی مانو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔ اُس نے حکم دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی بندگی مت کرو!‘‘ (یوسف:40)

اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے جماعت شرط ہے۔ جیسے نماز فرض ہے اس کے لیے وضو شرط ہے۔ اسی طرح اقامت دین کا کام بھی فرض ہے اور اس کے لیے بھی جماعت شرط ہے۔ وہ جماعت کیسے بنے گی؟ اس کے لیے ہمیں اللہ کی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات، خلفائے راشدین کی سنت، حضرت حسینؓ کی سنت، ماضی قریب کی احیائے اسلام کی تحریکوں اور چودہ صدیوں کی تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ امت کو جماعت بنانے کا جو طریقہ عطا ہوا ہے وہ بیعت سمع وطاعت کا طریقہ ہے۔ ایک امیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک منظم انداز میں غلبہ دین کی جدوجہد کی جائے۔ ڈھیلی ڈھالی جماعت دین کے غلبے کی جدوجہد نہیں کر سکتی۔ اب دین کو غالب کیسے کیا جائے؟ یہ آخری نکتہ ہے۔ اس کا سادہ جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ کی روشنی میں دین کو غالب کیا جائے۔ جس طرح نماز کا طریقہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ سے لیا۔ قرآن کہتا ہے: ’’(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے‘‘ (الاحزاب:21)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((صلوا کما رائیتمونی اصلی)) ’’نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا‘‘ (بخاری)

نماز قائم کرنے کا حکم اللہ نے دیا تو دین کو قائم کرنے کا حکم بھی اللہ نے دیا ہے۔ لہٰذا نماز کا طریقہ اگر آپ ﷺ سے لیا ہے تو دین کو قائم کرنے کا طریقہ بھی آپ ﷺ کے اُسوہ سے لینا ہوگا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے تفصیلی خطبات ’’منہج انقلاب نبویؐ‘‘ کے عنوان سے کتابی شکل میں موجود ہیں اور ان کے آڈیو بھی موجود ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے اس کا خلاصہ ڈھائی گھنٹے کے خطاب میں بیان فرمایا جو ’’رسول انقلاب کا طریقہ انقلاب‘‘ کے عنوان سے کتابی صورت میں بھی موجود ہے۔ ان میں سیرت کا تحریکی اور انقلابی پہلو واضح کیا گیا۔ ان خطبات میں چھ مراحل تو انہوں نے بیان فرمائے ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(1) ایک انقلابی جماعت کی تیاری

(2) دوسرا نظام باطل کے خلاف اقدام

اس بات کو سمجھنے کے لیے ہمیں آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ آپ ﷺ کی تحریکی زندگی کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک مکی دور اور دوسرا مدنی دور۔ مکی دور میں حضور ﷺ نے چار کام کیے:

1۔ دعوت: قرآن کے ذریعے انقلابی دعوت دی۔

2۔ تنظیم: جنہوں نے دعوت قبول کی ان کو منظم کر کے ایک جماعت تشکیل دی۔

3۔ تربیت: پھر ان کی تربیت کرنا، اللہ والا بنانا۔ ظاہر ہے

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(24 ستمبر تا 03 اکتوبر 2020ء)

جمعرات (24 ستمبر 2020ء) کو دارالاسلام مرکز میں مجلس عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (25 ستمبر 2020ء) کو گوجرانوالہ مرکز کی مسجد میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعد نماز جمعہ وظہرانہ حلقہ کا اجتماع ہوا، جس میں شرکاء نے امیر محترم سے بیعت مسنونہ کی۔ بعدازاں سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ آخر میں امیر محترم نے تذکیری خطاب کیا۔ اس موقع پر نائب ناظم اعلیٰ شرقی پاکستان، پرویز اقبال بھی موجود تھے۔ بعدازعصر نائب ناظم اعلیٰ کے ہمراہ مولانا زاہدالراشدی سے ان کے مرکز میں ملاقات کی۔ رات کو واپسی پر لاہور میں حلقہ لاہور غربی کے رفیق محمد افضل آزاد کی وفات پر ان کے بیٹے سے تعزیت کی۔ مرحوم رفیق نے بہت عرصہ قبل عیسائیت سے اسلام قبول کیا تھا۔ بتایا گیا کہ ان کی فیملی کے لوگ بھی مسلمان ہو رہے ہیں۔ قبول اسلام کے بعد ان کی اپنی فیملی سے بہت اچھے روابط تھے۔ رات پرویز اقبال کے گھر پر قیام کیا۔

ہفتہ، اتوار اور پیر (26، 27، 28 ستمبر 2020ء) کو دارالاسلام مرکز میں توسیعی عاملہ، دین حق ٹرسٹ اور مرکزی شوریٰ کے اجتماعات میں شرکت رہی۔ پیر کی شام کو کراچی واپسی ہوئی۔

منگل، بدھ، جمعرات (29، 30 ستمبر اور یکم اکتوبر 2020ء) کو کراچی میں علم فاؤنڈیشن، کچھ ریکارڈنگ اور معمول کی دیگر مصروفیات رہیں۔ نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔ بدھ کی شام کو نائب ناظم اعلیٰ جنوبی پاکستان، سید اظہر ریاض کے ہمراہ حلقہ کراچی جنوبی کے سینئر رفیق عبدالرزاق کوڈ اوی سے ملاقات کی اور ان کی خیریت دریافت کی۔

جمعہ (02 اکتوبر 2020ء) کو جامع مسجد شادمان، کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ رات لاہور واپسی ہوئی۔

ہفتہ (03 اکتوبر 2020ء) کی صبح بعد از نماز فجر لاہور میں ایک مسجد میں 20 منٹس کا درس قرآن دیا۔

سانحہ ارتحال

نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان عبدالغفار عزیز کا سفر آخرت

محترم عبدالغفار عزیز کہنہ مشق قلم کار، مقرر، بین الاقوامی امور کے ماہر اور جماعت اسلامی پاکستان کے نائب امیر و امور خارجہ کے ڈائریکٹر تھے۔ وہ 1962ء کو پیدا ہوئے، ان کا تعلق ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ، متمول اور دینی اقدار کے حامل خاندان سے تھا، خاندانی دینی تعلیم اور جمعیت سے فارغ ہوتے ہی وہ جماعت اسلامی میں شامل ہوگئے، اور جلد ہی انہیں پہلے نائب امور خارجہ اور پھر ڈائریکٹر امور خارجہ مقرر کیا گیا۔ عبدالغفار عزیز اپنے تقویٰ، زندگی کے رویوں اور معاملات میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یادگار تھے جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین کی سربلندی کی جدوجہد میں گزرا اور جن کا ایک ایک عمل قرآن وسنت کی تعلیمات کا عکاس اور مظہر تھا۔ ان کو عربی، انگلش سمیت کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ ان کے مضامین روزنامہ جسارت میں شائع ہوتے رہے۔ انہوں نے بہت کم عرصے میں پوری دنیا میں جماعت اسلامی کی نمائندگی کرتے ہوئے رابطے استوار کیے اور اپنا ایک مقام پیدا کیا۔

عبدالغفار عزیز نے 5 اکتوبر 2020ء کو لاہور میں 58 سال کی عمر میں وفات پائی۔ نماز جنازہ منصورہ لاہور میں ادا کی گئی۔ وہ ایک سال سے کینسر کے مرض میں مبتلا تھے۔ تین دن قبل ان کو اچانک طبیعت بگڑنے پر مقامی ہسپتال میں داخل کیا گیا تھا کچھ دیر قبل ڈاکٹروں نے ان کی سانس کی تکلیف کی وجہ سے وینٹیلیٹر پر رکھا۔ لیکن وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ پسماندگان میں بیوہ، دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین!

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا

اللہ کا کام کرنا ہے تو اللہ والے لوگ پیدا کرنے ہوں گے۔

4۔ صبر محض: جب تک جماعت تربیت سے نہ گزرے باطل کی طرف سے جو retaliation آئے اس کو جھیلا اور برداشت کیا جائے۔

مکی دور کے تیرہ برس میں یہ چار کام ہوئے اور انقلابی جماعت تیار ہوئی۔ اس دوران جنگ وقتال کا معاملہ نہ ہوا۔ پھر اللہ کے حکم سے حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی، مدنی دور کا آغاز ہوا، قتال کی اجازت آئی۔ چنانچہ بدر سے پہلے حضور ﷺ نے اقدام کے طور پر آٹھ مہمات روانہ کرکے باطل نظام کو چھیڑا ہے جس کے نتیجے میں قتال کا مرحلہ شروع ہوا۔ پھر غزوات کے بعد آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہوا اور اللہ کا دین غالب ہوگیا۔ یہ چھ مراحل ڈاکٹر صاحبؒ نے تفصیل سے بیان فرمائے۔

آج ہم نے بھی دین کا کام کرنا ہے تو ہم وہی طریقہ اختیار کریں گے جو حضور ﷺ سے ہمیں ملا۔ پہلے چار مراحل پر اسی طرح عمل کیا جائے گا جس طرح حضور ﷺ کے دور میں ہوا۔ یعنی دعوت، تنظیم، تربیت اور صبر محض۔ پھر حضور ﷺ نے نظام باطل کو چیلنج کیا، آج بھی چیلنج کیا جائے گا لیکن اس میں تھوڑا فرق ہوگا کیونکہ حضور ﷺ کے سامنے تو مشرکین تھے، حضور ﷺ کو قتال کی بھی اجازت تھی لیکن آج جس معاشرے میں ہم بات کر رہے ہیں وہاں سارے مسلمان رہتے ہیں، حکمران، افواج، ریاست کی مشنری کو چلانے والے لوگ سب کے سب مسلمان ہیں لہٰذا یہاں دو بدو جنگ کا معاملہ بنتا نہیں۔ چنانچہ استاد محترم ڈاکٹر صاحب نے ایسی صورتحال میں یہ حل بیان کیا کہ فی زمانہ قتال کے حوالے سے وہ شرائط پوری نہیں ہوتیں۔ البتہ ہم وقت کے ذمہ داران کے سامنے شریعت کے نفاذ کے مطالبے کے ساتھ ایک منظم، پُرامن تحریک کو لے کر کھڑے ہوں جو لوگ پہلے چار مراحل سے گزر چکے ہوں وہ اس تحریک کے لیے جان ومال کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوں۔ موجودہ دور میں یہی حل ہے کیونکہ آج تمام علماء بھی اسی طریقے کو مان رہے ہیں۔ انتخابات سے کبھی یہ انقلاب نہیں آئے گا۔ اسی طرح صرف دعوت وتبلیغ سے حضور ﷺ کے دور میں یہ انقلاب نہیں آیا تو آج کیسے آئے گا؟ صرف ایک ہی حل ہے اور وہ ہے منظم اور پُرامن تحریک جس سے ہم اسلام کے غلبے کی منزل حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم آخرت کی اصل کامیابی کے حصول میں سرخرو ہو جائیں۔ آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

20 پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

اے مشرق کے لوگو! اب کیا کرنا چاہیے؟

56

ہوشمندے از خم او مے نخورد
ہر کہ خورد اندر ہمیں میخانہ مُرد

ترجمہ: کوئی ہوشمند (قوم) اس فرنگی کی صراحی سے شراب نہیں پیتا (یعنی قرضوں وغیرہ کا مفاد حاصل نہیں کرتا)۔ جس (بے غیرت قوم) نے بھی اس فرنگی کی شراب پی (مالیاتی پالیسی اپنائی) ہے وہ وہیں شراب خانے میں ہی مر گیا ہے (دوہری شہریت لے کر رہائش کر لی، وطن واپس لوٹنا نصیب نہیں ہوا)

تشریح: جس نے بھی حالیہ منحوس فرنگی استعمار اور اس کے پس پردہ یہود (بنی اسرائیل اور صیہونیت) کے عزائم کو سمجھا ہے اور ہوشمند ہے وہ (قوم یا مذہب کے ماننے والے) اس استعمار کے طور طریقوں اور بظاہر ہمدردی اور امداد (خیرات) سے کبھی فائدہ حاصل نہیں کرتا اور اس کی صراحی سے شراب نہیں پیتا یعنی قرضوں، جدید اسلحہ، اور ٹیکنالوجی کا مفاد حاصل نہیں کرتا جس (بے غیرت قوم) نے بھی اس فرنگی (آج یورپی و امریکی) کی شراب پی (مالیاتی پالیسیاں، نظامِ تعلیم اور حیوانی کلچر اپنایا) وہ مغرب (اسی شراب خانے) میں ہی مر گیا۔ دوہری شہریت لی، اپنے اثاثے وہیں بنائے اور وہیں رہائش کر کے وہیں دفن ہوا وطن کی مٹی بھی نصیب نہ ہوئی۔ بقول فیض

ع پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

57

وقت سودا خند خند و کم خروش
ما چو طفلانیم و او شکر فروش

ترجمہ: فرنگی DIPLOMATS (بددیانت) تاجر ہیں۔ سودا بیچتے وقت (تجارتی مذاکرات یا قرضوں کے حصول کے وقت) وہ ہنس ہنس کر بات کرتا ہے اور شور کم مچاتا ہے ہم بچے ہیں اور وہ (زہریلی) مٹھائی بیچنے والا ہے۔

تشریح: جب کوئی قوم حالیہ مغربی استعمار سے قرض کے حصول کے لیے رجوع کرے، اسلحہ کی خریداری کے لیے رجوع کرے یا ٹیکنالوجی کے حصول کے لیے، اس وقت یہ مغربی استعمار کے نمائندے بڑے ہنس مکھ ہوتے ہیں اور نہیں نہیں کر کے (APPEALING STYLE میں) اس کے فائدے بھی ساتھ گنوا دیتے ہیں اور گاہک کو بوتل میں اتار لیتے ہیں (مغرب نے جمہوری نظام اپنا کر اپنے ہاں کے وزراء و امور خارجہ کے مشیران وغیرہ کو چار سال بعد تبدیل کرنے کا انداز کر رکھا ہے تا کہ سودا کرنے والا افسر ہی نہ رہے اور اب نیا شخص اپنے ملک کے مفاد میں نئے انداز میں بات کر سکے جبکہ بادشاہت میں 30-40 سال تک ایک ہی شخص رہتا ہے اور وہ اپنے وعدوں کا پاس کرتا ہے)۔ ایسے مغرب کے نمائندوں سے کمزور اقوام دھوکا کھا جاتی ہیں جیسے بچے کسی شکر فروش (قلفی، ٹافی بیچنے والے) سے دھوکا کھا کر مضرِ صحت اشیاء خرید کر اپنا نقصان کر لیتے ہیں فروخت کرنے والا سمجھتا ہے مگر بچہ نادانی میں حقیقت کو نہیں سمجھتا۔ ❶

58

محرم از قلب و نگاہ مشتری است
یارب ایں سحر است یا سوداگری است

ترجمہ: یہ مغرب کا تاجر خریدار (غریب اقوام) کے دل و نگاہ (کے میلانات) کو بھی پڑھنا جانتا، سمجھتا ہے۔ خدایا! (یہ تاجر) جادوگری کرتا ہے یا سوداگری

تشریح: یہ مغربی اقوام ❷ (برطانیہ، فرانس اور امریکہ) بنی اسرائیل کے روسی اقوام کے دوست، حلیف اور زیرِ اثر تھے صدیوں کے تعامل (INTERACTION) سے یہودیوں نے ان کے ساتھ مل کر دنیا بھر کی تجارت پر قابض ہونے کا منصوبہ بنایا جس سے یہ اقوام اب دنیا کی امیر ترین اقوام ہیں یہودی خود پس پردہ رہے۔ اس کی منطقی انتہا یہ ہے کہ آج کمپیوٹر انٹرنیٹ کے دور میں (مغربی رہنما IPLOMAT اور ملٹی نیشنلز کے نمائندے) کمپیوٹر استعمال کرنے والے شخص کا ریکارڈ کمپیوٹر میں Save ہوتا ہے اور Delete کرنے سے بھی مائیکروسافٹ اور Google کے ریکارڈ میں رہتا ہے جس سے وہ اس کی پسند ناپسند، فحاشی، عریانیت، جنسی میلانات کو سمجھتے ہیں۔ یہ مغربی انداز جارحیت پہلے سے موجود ہے اور یادداشتوں اور کھاتوں میں اشارات کے انداز میں ہے یہی بات ہمارے دکاندار اور تاجر کے مزاج میں بھی شامل ہے کہ وہ گاہک کے انداز گفتگو سے ہی اس کا مزاج سمجھ جاتے ہیں۔ علامہ اقبال اسی مغربی انداز تجارت کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ یارب! یہ تاجر ہیں یا جادوگر جو اپنی سیلز مین شپ سے CUSTOMER کو شیشے میں اتار لیتے ہیں۔

❶ مغربی تجارت اور MEGA خریداری (از قسم ہوائی سفر کے جہاز، فوجی اسلحہ وغیرہ) اسی قسم کی ہوتی ہے اُن کے لیے چند انسان (اعلیٰ عہدیدار) خریدنا رشوت دینا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا پھر ان کو اپنے ملک کی شہریت دے دیتے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ بینک میں رشوت کی رقم جمع کرا لیتے ہیں اور سالانہ سود دیتے ہیں۔ سیاست دانوں اور بیوروکریٹس کو جو باہر کے علاج کا شوق چڑھتا ہے وہ اسی لیے کہ وہاں سے سود کی رقم لے کر عیش بھی کرتے ہیں اور ملکی زرمبادلہ کا ضیاع بھی کرتے ہیں۔

❷ یورپ میں جرمن قوم ایک الگ مزاج رکھتی ہے اور مغربی صنعتی انقلاب کے بعد بھی اس قوم کے ترک سے دوستانہ اور اچھے تاجرانہ تعلقات رہے ہیں یہ قوم علامہ اقبال کی بھی ممدوح قوم ہے گوئٹے اس قوم کا فرد تھا۔ جس کے کلام سے علامہ اقبال متاثر تھے۔

یورپ ہمیں FATF کے شکنجے سے نہیں نکلنے دے گا چاہے ہم کچھ بھی کر لیں۔ اس سے نکلنے کا واحد حل یہ ہے کہ ہم امریکہ اور یورپ پر انحصار کم کر کے دوسرے ممالک کے ساتھ تجارت اور تعلقات بڑھائیں: رضاء الحق

پاکستان کو ہمیشہ اس وقت FATF کی گرے لسٹ میں ڈالا گیا جب یہاں نئی حکومت آنے والی تھی جس کا واحد مقصد نئی حکومتوں کو بلیک میل کر کے مغربی مفادات کا تحفظ تھا: حسن صدیق

FATF شکنجہ اور نکلنے کے راستے کے موضوعات پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: FATF کیا ہے اور پاکستان اس کی گرے لسٹ میں کب اور کیسے گیا؟

رضاء الحق: FATF (فائننشل ایکشن ٹاسک فورس) کا اجرا 1989ء میں ہوا۔ جی سیون ممالک نے اس کی ابتداء کی۔ بنیادی طور پر یہ دو چیزوں کو دیکھتا ہے: منی لانڈرنگ اور ٹیرر فنانسنگ۔ لیکن اصل میں یہ ادارہ مغربی بیانیہ کو لے کر چلتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کون سے ممالک ایسے ہیں جو منی لانڈرنگ اور ٹیرر فنانسنگ میں ملوث ہیں۔ 2000ء تک اس میں گرے لسٹ اور وائٹ لسٹ کا تذکرہ تھا۔ لیکن اس کے بعد اس فہرست میں اضافہ کرتے ہوئے بلیک لسٹ کی ایک قسم بھی متعارف کروائی گئی کہ جو ممالک دہشت گردی کی فنڈنگ اور منی لانڈرنگ میں ملوث ہیں ان کو بلیک لسٹ کر دیا جائے گا۔ اس وقت ایران اور شمالی کوریا دو ایسے ممالک ہیں جو FATF کی بلیک لسٹ میں شامل ہیں۔ پاکستان سمیت تقریباً 19 ممالک ایسے ہیں جو گرے لسٹ میں ہیں۔ FATF کی وابستگی یو این او کے ساتھ تو ہے لیکن یہ ادارہ UNO کا Organ نہیں ہے بلکہ یہ آزاد حیثیت رکھتا ہے۔ اس وقت دنیا میں اس کے 37 مستقبل ممبران ہیں جن میں زیادہ تر یورپی ممالک شامل ہیں اور یورپین کمیشن بھی شامل ہے۔ مسلم ممالک میں سے ترکی، ملیشیا، جی سی سی اور کچھ خلیجی ممالک بھی اس کے ممبر ہیں۔ اس کے علاوہ انڈیا اور چین بھی اس کے ممبر ہیں۔ اس وقت اس کی قیادت بھارت کر رہا ہے لیکن قیادت سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہوتی ہے کہ اس ادارے میں کون کون سے ممالک شامل ہیں۔ بہرحال تین ممالک ایسے ہیں جن کو Observer کی حیثیت حاصل ہے۔ ان میں امریکہ، اسرائیل اور سعودی عرب شامل ہیں۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو پاکستان پہلی مرتبہ 2008ء میں FATF کی گرے لسٹ میں گیا لیکن بہت جلد اس سے نکل آیا۔ اس کے بعد 2012ء سے 2015ء تک پھر گرے لسٹ میں رہا۔ جون 2018ء میں دوبارہ گرے لسٹ میں گیا اور اب تک اسی لسٹ میں ہے۔ اس لسٹ سے نکلنے کے لیے FATF نے تقریباً 40 مطالبات ہم سے کیے ہوئے ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ پاکستان گرے

مرتب: محمد رفیق چودھری

لسٹ میں کیسے گیا تو اس حوالے سے یہ چیز واضح ہے کہ پاکستان میں کرپشن کا مزاج بہت عام ہو چکا ہے۔ یہاں تقریباً ہر ادارے میں کرپشن ہے جس کی وجہ سے ہم خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتے ہیں۔ دوسری وجہ عالمی سطح پر چلنے والی گریٹ گیم ہے جس کے تحت مختلف ممالک کو مختلف مفادات کے حصول کے لیے اس لسٹ میں ڈالا جاتا ہے۔ یہی دو وجوہات پاکستان کے گرے لسٹ میں جانے کی ہیں۔

حسن صدیق: پاکستان کے گرے لسٹ میں جانے کا وقت بڑا دلچسپ ہے۔ پاکستان کے امریکہ کے ساتھ تعلقات میں اُتار چڑھاؤ آتا رہا ہے بالخصوص گزشتہ بیس سالوں میں ہم امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی تھے اور امریکہ نے جو ہم سے مانگا مشرف نے اس سے بڑھ کر امریکہ کو دیا لیکن جب 2008ء میں مشرف جا رہا تھا اور نئے الیکشن ہونے والے تھے تو اس وقت پاکستان کو گرے لسٹ میں شامل کیا گیا تاکہ اگلی حکومت کو بلیک میل کیا جا سکے۔ پھر 2012ء میں جب دوبارہ گرے لسٹ میں ڈالا گیا تو اس وقت بھی نئی حکومت آنے والی تھی۔ اسی طرح 2018ء میں بھی جب تیسری مرتبہ گرے لسٹ میں ڈالا گیا تو اس وقت بھی نئی حکومت آنے والی تھی۔ یعنی وہ ہر حکومت پر دباؤ بڑھانے کے لیے پاکستان کو گرے لسٹ میں ڈالتے رہے ہیں۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ پاکستان گرے لسٹ میں کیسے گیا تو اس میں impression کا بڑا کردار تھا۔ 2012ء میں جب گرے لسٹ میں ڈالا گیا تو اس سے قبل پاکستان میں اسامہ بن لادن والا واقعہ ہوا جس کی وجہ سے ان کو بہانہ مل گیا۔ اسی طرح 2016ء میں ڈان لیکس والا ایشو اُٹھا جس کی وجہ سے یہ تاثر گیا کہ یہاں دہشت گردی کو پروموٹ کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ہم 2018ء میں گرے لسٹ میں ڈال دیے گئے۔

سوال: دنیا جانتی ہے کہ کرپشن اور منی لانڈرنگ کے ذریعے جمع کی گئی دولت کی محفوظ پناہ گاہیں امریکہ اور یورپ میں ہیں۔ FATF کی شرائط، اصول اور ضوابط ان مغربی ممالک پر کیوں لاگو نہیں ہوتے؟

حسن صدیق: جب یہ آرگنائزیشن بنی تھی تو اس وقت اس کے بنانے کا مقصد یہ تھا کہ فرانس کا پیسہ فرانس سے باہر نہ جائے۔ گویا یہ انہوں نے اپنے مفادات کے لیے بنائی تھی۔ 2000ء کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ اس کے ذریعے بعض دوسرے ممالک کو قابو بھی کیا جا سکتا ہے تو پھر انہوں نے اس میں ٹیرر فنانسنگ کا عنصر بھی شامل کر دیا کہ جو ملک دہشت گردی کو فنڈنگ کرے گا اس کو بلیک لسٹ کر دیا جائے گا۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں ان کے مفادات ہوتے ہیں وہاں وہ اس کو استعمال کرتے ہیں۔

رضاء الحق: اصل میں اس وقت دنیا میں جو گلوبل سرمایہ دارانہ مالیاتی گیم پلان چل رہا ہے یہ اسی کا ایک

حصہ ہے۔ یہاں سے اندازہ لگا لیجئے کہ جب کوئی ٹرانزکشن ہوتی ہے، چاہے منی لانڈرنگ ہو یا ٹیرر فنانسنگ ہو تو اس میں تین فریق شامل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان سے کوئی منی لانڈرنگ کے ذریعے پیسے بھیجتا ہے تو وہ پیسہ کسی انٹرمیجری کے تھرو جائے گا اور اس میں بینک، مالی ادارے اور مختلف ذرائع شامل ہوں گے۔ پھر جہاں پیسہ جاتا ہے، ان میں سے اکثر ممالک میں اس طرح کے پیسے کو تحفظ دینے کے لیے باقاعدہ قوانین بنے ہوئے ہیں۔ اب اصول تو یہ بنتا ہے کہ جہاں پیسہ جاتا ہے ان ممالک کو بھی گرے یا بلیک لسٹ کیا جائے۔ لیکن ایسا بالکل نہیں ہوتا۔ آپ لاس ویگس کے کسینو میں جاکے جو کچھ مرضی کرتے رہیں آپ کا کالا دھن سفید ہوتا جائے گا۔ ویسے تو ظاہراً منی لانڈرنگ روکنے کے لیے سوئٹزرلینڈ کے بینکوں کے حوالے سے بھی بڑی قانون سازیاں کی جاتی رہی ہیں۔ اسی طرح پانامہ کو بھی گرے لسٹ میں ڈالا گیا لیکن ان کے اوپر اسی طرح کی کبھی کوئی پابندیاں نہیں لگائی گئیں جس طرح کی پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک کے اوپر لگانی شروع کی گئی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ impression اس گیم کا ایک حصہ ہے لیکن جب پاکستان کے اوپر اس کا پریشر آتا ہے تو پریشر ڈالنے والے صرف FATF کے ذریعے پریشر نہیں ڈال رہے ہوتے بلکہ وہ IMF، ورلڈ بینک، ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن سمیت تمام ذرائع استعمال میں لاتے ہیں اور ان کے ذریعے ہمارے اوپر پابندیاں لگائی جاتی ہیں اور شرائط عائد کی جاتی ہیں کہ آپ خواتین کے حوالے سے، اقلیتوں کے حوالے سے یہ یہ کام کریں۔ حالانکہ اگر کسی عالمی فورم پر اس حوالے سے بحث کی جائے تو یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ امریکہ سے زیادہ پاکستان میں خواتین واقلیتوں کو حقوق حاصل ہیں لیکن مغربی قوتیں اس حقیقت کو کسی صورت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گی بلکہ وہ زبردستی آپ پر شرائط مسلط کریں گی کیونکہ طاقت ان کے پاس ہے اور ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم جمہوریت، دہشت گردی، منی لانڈرنگ وغیرہ کی انہی تعریفوں کو فالو کر رہے ہوتے ہیں اور من وعن قبول کر رہے ہوتے ہیں جو مغرب طے کرتا ہے۔ اس لیے کہ اپنے قومی، مذہبی اور دینی نظریات کو ہم بالکل بھلا بیٹھے ہیں۔ لہٰذا مغرب FATF جیسے ذرائع کی آڑ میں ہمارے کلچر پر حملہ کرے گا، ہمارے معاشرے کو بدلنے کی کوشش کرے گا اور ہمارے اسلامی قوانین کو ختم کرنے کا کہے گا۔ وہ کہیں گے کہ آپ سزائے موت کے قانون کو ختم کریں حالانکہ امریکہ کی بہت ساری ریاستوں میں سزائے موت موجود ہے۔

سوال: FinCEN (Financial Crimes Enforcement Network) کی رپورٹ کے مطابق انڈیا کے 44 بینکوں کو منی لانڈرنگ اور ٹیرر فنانسنگ کے حوالے سے ملوث قرار دیا گیا ہے۔ انڈیا پر FATF کا فوکس کیوں نہیں ہوتا اور انڈیا کو کیوں اس طرح کی تمام شرائط سے آزاد کیا ہوا ہے؟

رضاء الحق: FinCEN. امریکہ کے اپنے ڈیپارٹمنٹ آف ٹریژری کے انڈر ہے۔ یعنی یہ امریکی رپورٹ ہے۔ اس میں انڈیا کے معاملے میں منی لانڈرنگ کا ذکر بہت ملتا ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ انڈیا نے افغانستان میں پاکستان کے خلاف جس طرح کی انوسٹمنٹ کی ہوئی ہے وہ ٹیرر فنانسنگ ہے۔ پھر انہوں نے اس رپورٹ میں امریکہ اور اسرائیل کا نام نہیں لیا کیونکہ یہ ان کی اپنی بنی ہوئی رپورٹ ہے جبکہ دوسری طرف چین، روس اور بہت سارے ممالک کا نام لیا کہ ان ممالک کے اندر Havens موجود ہیں۔ کیا ان Havens کی وجہ سے ان ممالک کو گرے لسٹ یا بلیک لسٹ میں نہیں ڈالنا چاہیے؟ لیکن FATF ایک ایسا ادارہ ہے جو ان کے اپنے گھر کی لونڈی ہے۔ وہ اس کو اپنی مرضی سے استعمال کرتے ہیں۔ ریاستی دہشت گردی بہت اہم عنصر ہے جس کے بارے میں کوئی ذکر نہیں کرتا۔ کون نہیں جانتا کہ اسرائیل اور انڈیا اس وقت ریاستی دہشت گردی میں سرفہرست ہیں۔ اسی طرح انڈیا میں دہشت گرد ہندو تنظیموں کو بھارتی حکومت کی جانب سے جو سپورٹ اور فنڈنگ ہوتی ہے اس پر کسی نے بات نہیں کی۔ ہم اپنی حکومت کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ آپ اس ریاستی دہشت گردی کے کیس کو انٹرنیشنل فورم پر اٹھائیں اور انڈیا کو بلیک لسٹ کروائیں۔

> **2018ء میں ڈان لیکس والا ایشو سامنے آیا جس کی وجہ سے دنیا کو یہ تاثر گیا کہ یہاں دہشت گردی کو پروموٹ کیا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم گرے لسٹ میں ڈال دیے گئے۔**

حسن صدیق: حال ہی میں انڈیا نے ایمنسٹی انٹرنیشنل پر پابندی لگادی جو ہیومن رائٹس کی بہت بڑی آرگنائزیشن سمجھی جاتی ہے۔ اب یہ کتنا بڑا اقدام ہے۔ اس پر پاکستان نے ابھی تک کوئی بات نہیں کی۔ جتنی ریاستی دہشت گردی انڈیا کرتا ہے شاید دنیا کا کوئی دوسرا ملک نہ کرتا ہوگا۔ آر ایس ایس کی فنڈنگ دیکھیں۔ اسی طرح خود امریکہ اپنی ایک Minority Watch نامی تنظیم کو عیسائی اقلیت پر مظالم کا جائزہ لینے کے لیے بھارت بھیجنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن بھارت اجازت نہیں دے رہا۔ پھر پاکستان سے ہندو بھارت میں جاتے ہیں تو ان کو وہاں قتل کر دیا جاتا ہے لیکن اس پر دنیا خاموش ہے۔ اس میں ہماری بھی ناکامی ہے کہ ہم کوئی بات کرتے ہی نہیں ہیں حالانکہ جس طرح انڈیا نے بمبئی حملے کا شور پوری دنیا میں مچایا تھا اسی طرح ہمیں بھی کسی خاص ایشو کو مخصوص کر کے انڈیا کے خلاف پوری دنیا میں آواز اُٹھانی چاہیے۔

سوال: ایف اے ٹی ایف کا پلان آف ایکشن کیا ہے اور اس کے مقاصد کیا ہوتے ہیں؟

حسن صدیق: اس کا بنیادی مقصد بازو مروڑنا ہوتا ہے۔ امریکہ سپر پاور کہلاتا ہے تو صرف اسی وجہ سے کہ وہ ایسے ہی اداروں کے ذریعے دنیا کو کنٹرول کرتا ہے۔ بالخصوص پاکستان جیسے اسلامی ممالک کو قابو کرنے کے لیے وہ ان کا استعمال کرتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں چین کے صدر نے UNO میں اپنی تقریر میں کہا ہے کہ اب دنیا یونی پولر نہیں رہی۔ ہم جو اکثر خائف رہتے ہیں کہ پتا نہیں امریکہ کیا کر دے گا ہمیں دیکھنا چاہیے کہ دنیا اب بدل رہی ہے۔ ہماری ساری پالیسز مغرب کو ذہن میں رکھ کے بنتی ہیں، ہم ریجن کے ممالک کی طرف نہیں دیکھتے۔ مثال کے طور پر اگر ہماری تجارت چین، ترکی، ملائیشیا سے ہو تو ہمیں FATF سے خطرہ نہ ہو۔ اگر ہم معاشی طور پر اپنے آپ کو مضبوط کرلیں تو ہمیں IMF کے پاس جانے کی بھی ضرورت نہ پڑے۔ بنیادی طور پر، ہماری ملکی پالیسز ایسی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ ہمارے اوپر حاوی ہوتے ہیں۔ حالیہ صورت حال میں جبکہ دنیا کا رخ اب چین کی طرف ہو رہا ہے تو ہمارے لیے اس صورتحال میں ایک گولڈن چانس تھا کہ ہم مغربی طاقتوں کی باتوں کو من وعن تسلیم کرنے کی بجائے ان کے ساتھ بارگیننگ کر سکتے تھے۔ لیکن FATF نے جب چالیس مطالبات ہمارے سامنے رکھے تو ہم اتنے خوفزدہ ہوگئے کہ جیسے پتا نہیں کیا ہو جائے گا اور ان کے سارے مطالبات کو تسلیم کرتے

چلے گئے۔ جبکہ یہ ان کا عالمی ایجنڈا ہے جس کے تحت وہ دنیا کو کنٹرول کر رہے ہیں۔

رضاء الحق: وہ کہتے ہیں کہ آپ نے بہت سارے معاملات میں تسلی بخش کارروائی کی ہے، آپ نے بہتری دکھائی ہے، ساتھ میں یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ آپ اس پوزیشن میں نہیں آئے کہ آپ کہہ سکیں کہ ہم نے تمام چیزوں کو ٹھیک کر دیا ہے۔ یعنی ایک طرف اطمینان بخش بھی قرار دیتے ہیں اور ساتھ ہی ڈومور کا تقاضا بھی کرتے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ آپ جو مرضی کر لیں وہ جب تک خود نہیں چاہیں گے آپ کو گرے لسٹ سے نہیں نکالیں گے اور آپ ان کو مطمئن نہیں کر سکتے۔ لہٰذا آپ کو چاہیے کہ آپ دوسرے وسائل کی طرف توجہ دیں۔ ہمارے پاس زراعت کی بہت بڑی اکانومی ہے' اس کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیے۔ دوسرا یہ کہ آپ تجارت اپنے اردگرد کے ممالک کے ساتھ کریں جو آپ کے ساتھ تجارت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ کو یورپ یا امریکہ کے ساتھ تجارت کرنے کی کیا ضرورت ہے جس کی وجہ سے ہماری مشکلات میں اضافہ ہوا ہے۔ آپ سی پیک میں چین کے ساتھ تجارت بڑھائیں۔ ہمیں اس کے ساتھ ایکسپورٹ بھی بڑھانی چاہیے۔ ہمیں ایران، ترکی اور خلیجی ممالک سے اپنی تجارت کو بڑھانا چاہیے۔ چونکہ اب دنیا یونی پولر نہیں رہی اس لیے پاکستان کو دوسرے ممالک کے ساتھ بھی اپنے تعلقات کو بڑھانا چاہیے۔ پاکستان کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ ان کے مقاصد شر پر مبنی ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان اپنے نظریاتی تشخص کی طرف لوٹے اور یہاں پر اسلامی نظام کو قائم کرنے کی طرف توجہ دے۔ اس میں مذہبی جماعتوں کو کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ ایک باقاعدہ پلان بنا کر دیں۔ اگر ان کا مطالبہ نہیں مانا جاتا تو وہ پریشر گروپ کے طور پر باقاعدہ منظم تحریک چلائیں۔ کیونکہ اب منکرات کے خلاف کسی نہ کسی کو اٹھ کے کھڑا ہونا پڑے گا ورنہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

سوال ہماری حکومت FATF کے مطالبات کو سامنے رکھتے ہوئے بہت سخت قانون بنانے جا رہی ہے، اس کے کیا نتائج نکلیں گے؟

رضاء الحق: موجودہ حکومت نے حال ہی میں تقریباً 12 بل پاس کیے ہیں۔ پہلے 10 بلز پر اپوزیشن اور حکومت دونوں متفق ہیں جبکہ دو تین بلز متنازعہ ہیں جن کے تحت دینی جماعتوں اور علماء کرام کے کردار کو محدود کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ان میں ایک وقف کا قانون ہے، دوسرا اینٹی ٹیررازم کے نام سے ہے اور تیسرا اینٹی منی لانڈرنگ کے عنوان سے ہے، ان پر ہمیں تشویش ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کی تاریخ کا حصہ ہے کہ وہ ہمیشہ وقف کے معاملات کے ذریعے دینی معاملات کو آگے بڑھاتے رہے ہیں۔ خیراتی ادارے پوری دنیا میں ہیں۔ ہمارے ہاں بھی دینی مدارس ہیں جو خیراتی ادارے ہیں اور لوگوں کی طرف سے وقف شدہ املاک کی مدد سے ہی چل رہے ہیں۔ اگر ہمارے اوپر یہ قانون مسلط کیا جائے گا کہ آپ ان چیزوں کو بند کرنا شروع کر دیں تو یہ ہمارے لیے تشویش کا باعث ہے۔ ایسی قانون سازی پاکستان میں نہیں ہونی چاہیے۔ ایک تو ہمیں دوسروں کی خواہش پر قانون سازی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اپنے قومی و دینی مفاد کو سامنے رکھ کر قانون سازی کرنی چاہیے۔ مشرف دور میں جب لال مسجد کا واقعہ ہوا تھا تو اس سے ہمارا بہت نقصان ہوا تھا اور لال مسجد آپریشن کا مقصد ہی یہ تھا کہ مشرف امریکہ کو خوش کرنا چاہ رہا تھا۔

سوال: کیا FATF کے مطالبات پورے کر کے پاکستان گرے لسٹ سے نکل پائے گا؟

حسن صدیق: جس طرح سے ہم مطالبات مان رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں قانون سازی کر رہے ہیں، ان قوانین کی بنیاد پر ہم گرے لسٹ سے نکل آئیں گے مگر اس میں تین چار سال لگیں گے کیونکہ ابھی قوانین بنے ہیں اور ان پر عمل درآمد ہونے میں ابھی وقت لگے گا۔ البتہ اس حوالے سے مستقبل میں ہمارے لیے مسائل پیش آئیں گے۔ کیونکہ ان قوانین کی بنیاد پر عالمی طاقتیں ہمیں بلیک میل کرتی رہیں گی۔ ظاہر ہے قانون بنانا تھوڑا مشکل کام ہے جبکہ اس پر عمل درآمد کرانا آسان ہوتا ہے۔ اس حوالے سے ہماری حکومت کو اسلامی نظریاتی کونسل اور کورٹس سے مشاورت کرنی چاہیے اور ان سے راہنمائی لینی چاہیے۔

رضاء الحق: ہمیں اپنی ترجیحات کو دوبارہ دیکھنا ہو گا اور ہمیں اپنی معیشت کا جائزہ لینا ہو گا۔ پاکستان جس مقصد کے لیے قائم ہوا تھا اس مقصد کو سامنے رکھ کر آگے بڑھنا چاہیے اور عالمی طاقتوں کے آگے پسپائی نہیں اختیار کرنی چاہیے۔ ہماری حکومت ریاست مدینہ کا نعرہ لگاتی ہے تو اسے اسلامی نظریاتی کونسل اور دینی جماعتوں کو ساتھ ملا کر پلان بنانا چاہیے۔ کم از کم اتنا ضرور ہونا چاہیے کہ ہمیں یہ طے کرنا چاہیے کہ یہ کچھ ہماری ایسی ریاستی ریڈ لائنز ہیں جن میں دین کا عمل دخل لازمی ہونا چاہیے صرف یہ نہیں کہ وہ ریڈ لائنز صرف دنیا داری کے لیے ہوں۔ ان کے اندر رہتے ہوئے ہم کچھ تبدیلیاں کر سکتے ہیں اور پھر وہ مرتب لائنز FATF کو پیش کر دی جائیں کہ ہم یہ کر سکتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اگر تم لوگوں کو قبول ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہمارے پاس دوسرے آپشن ہیں۔ ہم سب کو اس بات پر یقین ہونا چاہیے کہ رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جب تک اللہ نہ چاہے کوئی بھی ہمارا رزق بند نہیں کر سکتا۔ اگر انہوں نے بلیک لسٹ کر دیا تو پاکستان کے لیے مسائل آئیں گے کیونکہ احادیث کے مطابق آخری دور میں اس خطے کا بہت اہم رول ہے جو وہ جانتے ہیں، پھر پاکستان ایک اسلامی ایٹمی ملک ہے لہٰذا وہ پاکستان پر زیادہ سختی کریں گے۔ کیونکہ وہ پاکستان سے خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ خطرات تو ضرور ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم دین سے پھر جائیں بلکہ دین ہمارے لیے ترجیح ہونا چاہیے اور اس کے مطابق اپنا لائحہ عمل ترتیب دینا چاہیے۔ ہمارے علماء اور عوام کو مل کر منکرات کے خلاف جدوجہد کرنا چاہیے۔ سود ایک بہت بڑا منکر ہے۔ ہمیں سود کے خلاف ایک منظم اور بھرپور تحریک چلانی چاہیے اور حکومت کو چاہیے کہ وہ بات مانے اور دوسرے اداروں کو بھی یہ بات سمجھنی چاہیے کہ جب تک پاکستان کو دین کی بنیاد پر آگے لے کے نہیں چلیں گے اس وقت تک ہم مستحکم نہیں ہو سکتے۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 31 سال، تعلیم بی اے، ایل ایل بی، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-4828840

☆ اسلام آباد میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی بہن، تعلیم ایم اے اسلامیات، عمر 26 سال، قد 4 فٹ 5 انچ کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0305-5317341

جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

موجودہ دور صرف ایٹمی دھماکوں کا دور نہیں، بلکہ علم کے نت نئے دھماکوں، علم کی دھوم دھام، رعب داب اور حکمرانی کا دور ہے۔ اشاعت علم ہمہ نوع ہے۔ سائنسی علوم، دانشوریاں، فلسفہ ہائے زندگی۔ ہر کہ و مہ سقراط بقراط بنا بیٹھا ہے۔ اقبال کے دور میں ہندوستان پر انگریز کی حکمرانی میں اس علم و ہنر نے بڑے بڑوں کی آنکھیں چندھیا، دھندلا رکھی تھیں۔ مسلمان صرف بندوق سے مسخر نہیں ہوا، اسے علمی، فکری مار دے کر بھی زیر کیا گیا۔

آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل
دنیا تو ملی، طائرِ دیں کر گیا پرواز

دنیاوی تعلیم کا سحر پھونک کر فرنگی نے چپکے سے مسلمان کی متاعِ ایمان چرالی۔ اس دور کے علماء و مشاہیر اس کے مرثیے پڑھتے رہے۔ اقبال اور اکبرالہ آبادی نے ہر رنگ میں یہ مضمون باندھا مسلمانوں کو باور کروانے کے لیے کہ وہ کیا پا کر کیا کھو رہے ہیں۔

محسوس پر بناء ہے علوم جدید کی
اس دور میں ہے شیشہ عقائد کا پاش پاش

مگر تمام تر انتباہ کے باوجود تقاضائے شکم اتنے بلند آہنگ تھے کہ جب انتخاب کا یہ مرحلہ آیا کہ: ''فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم''، تو فیصلہ شکم کے حق میں ہوا۔ بے خدا عصری علوم چھا گئے۔ دل خود ہی حکمرانی کی مسند سے رضاکارانہ دستبردار ہو گیا۔ دل کی دھڑکنیں بھی شکم کو منتقل ہو گئیں، جو دانہ دنکا، چارہ دیکھ کر بڑے بڑے فیصلے کرتا ہے! جو فصل ایک صدی پہلے کاشت ہوئی، اس کے جھاڑ جھنکار آج دیکھے جاسکتے ہیں۔ جو علم ہمیں بیچا گیا وہ زندگی کی حرارت، خیالِ بلند سے عاری بندۂ درہم و دینار بنا دینے والا علم تھا۔ اقبال نے اسے خوب برتا، جانچا، پرکھا اور کہا:

یورپ میں بہت روشنیٔ علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات!

اور یہ بھی کہ:

تیرے محیط میں کہیں جوہر زندگی نہیں
ڈھونڈ چکا میں موج موج، دیکھ چکا صدف صدف

یعنی یہ علم زندگی سے محروم ہے۔

اقبال نے قرآن سے جو روشنی مستعار لے کر لکھا، اس نے ان کے کلام کو دوام عطا کیا۔ موازنہ موجودہ علم و ہنر کی مصنوعی روشنی کا وحیٔ الٰہی اور سراج منیر ﷺ کے حیات بخش نور سے کر دیکھیے۔ واللہ یہ موجودہ علمی غلغلے (مغرب کی تہذیبی مماثلت میں) بحر مردار کی مانند ہیں۔ بحر مردار! زندگی سے محروم، تکذیبِ حق کی مجرم، (قوم مجرمین) اخلاق کی اسفل ترین گراوٹ میں مبتلا قوم پر چھا جانے والے عذاب کی علامت ہے۔ جس طرح وہ سطح سمندر سے 1300 فٹ نیچے ہے۔ دریائے اردن سے جو پانی اس میں مچھلیاں لے کر آتا ہے وہ اس میں گرتے ہی مر جاتی ہیں۔ بحر مردار سے پہلے درخت ہیں، سبزہ ہے، زیتون، کھجور ہیں۔ قریب جاتے جائیے صرف ریت کے میدان باقی رہ جاتے ہیں، پرندے عنقا، حیات ختم!

یہی حال ہمہ نوع عصری علوم کا ہے۔ قریب جاتے جاتے، گہرائی میں اترتے روح سلب ہوتی جاتی ہے۔ خیالِ نازک اور فکرِ بلند سے محروم خالی معلومات (علم نہیں، Information) کا کمپیوٹر نما ڈبا رہ جاتا ہے۔ جیتے جاگتے روبوٹ میں انسان ڈھل جاتا ہے۔ یہ بھی مصنوعی ذہانت (AI) ہی کی ایک جہت ہے۔ گوہر زندگی سے محروم۔ انسانیت سے عاری! ماسوا سائنس، ٹیکنالوجی، مشینی شعبدوں، مادی سہولیات کی فراوانیوں، عیش و عشرت کے لوازمات کے، انسانی سطح پر حال یہ ہے کہ ''اس عیشِ فراواں میں ہے ہر لحظہ غمِ نو!'' اور یہ کہ: ''دل سینۂ بے نور میں محروم تسلی!''

اپنی علمیت کے نشے میں چور گلوبل ویلیج میں یہ کیا ہوا کہ کورونا نے آکر پوری دنیا پر ایک سناٹا طاری کر دیا۔ سائنس خود گنگ ہو گئی۔ سارے علوم بے زبان ہو گئے۔ آسمان پر تھگلیاں لگانے والے دم بخود مقید ہو گئے۔ سر جھکائے قبریں کھودتے رہ گئے۔ علم کی مہیب دنیا کے سامنے اتنی چھوٹی چیز نے اتنا بڑا چیلنج کھڑا کر دیا کہ حیرت اور تذبذب میں سر کھجاتے سائنسی برادری کے سر گنجے ہو گئے عقدہ حل نہ ہوا۔ ویکسین تک نہ بن سکی دس ماہ گزر جانے کے باوجود! ہر آن کورونا کے نت نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔ محققین نے کہا کہ سوئی کے سرے سے 100 بار دبانے کے باوجود وائرس نے اپنی شکل برقرار رکھی! ٹس سے مس نہ ہوا۔ یہ تو وہی بات ہوئی گویا اسلام والی!

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے!

غیب کا انکار کرنے والی محسوسات اور مشاہدات پر جدید زندگی کی پوری بنیاد رکھنے والی اقوام کے سامنے جو دشمن حملہ آور ہوا، وہ بھی اربوں انسانوں کے لیے عالم غیب ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے 7 ارب انسانوں کا کورونا بارے معلومات کا تمام تر انحصار گنتی کے چند سو سائنس دانوں کی اس قبیل پر ہے جو الیکٹرون مائیکرو اسکوپ سے اس کا مشاہدہ کر کے اس کے وجود (ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے) بارے معلومات فراہم کریں اور وجود بھی وہ جو مسلسل چکمہ دیتا ہے Mutate کرنے، جون بدلنے کی صلاحیت، نہ دبنے نہ جھکنے، نہ قابو آنے والا! لیکن سبھی بن دیکھے کورونا پر ایمان لے آئے؟ ایسا ایمان (بالغیب) کہ ان سائنسی ''پیغامبروں'' کی ہر ہدایت کو (خواہ نفس پر کتنی ہی گراں کیوں نہ ہو) حرزِ جاں بنایا۔ باوجودیکہ یہ سائنس دان مخبر صادق نہیں۔ یہ ذاتی زندگیوں میں شراب نوشی، خنزیر تا چمگادڑ خوری، اخلاقی عیوب (جو ان کے ہاں برائی نہیں) میں مبتلا عام انسان ہیں۔ علم بھی (کورونا بارے) یقینی نہیں، آئے دن بدلتا رہا۔ یہ وہی ساری دنیا ہے جس کے سائنس دان اور دانشوروں نے مل کر پوری دنیا سے خدا چھینا اور انسان کو خدائی کا مقام دیا۔ (ہیومنزم) انبیاء کا انکار کیا۔ ایمان بالغیب کا تمسخر اڑایا۔

جھوٹے خطا کار گناہوں میں لت پت ہمہ نوع سائنس دانوں پر سب اندھا ایمان لائے! (کیونکہ اسلام اور سائنس میں کوئی جھگڑا نہیں، ہمارے رب کی تخلیقات، اصول و ضوابط کا علم ہے) ہم نے بیکٹیریا یا وائرس آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن ہم قبول کرتے اور ان کی مجوزہ دوائیں کھاتے ہیں۔ لیبارٹری ٹسٹوں کی جو رپورٹ بنا کر وہ دے دیں ہم سراپا اطاعت ان کے کہے پر نمک، چینی، چکنائی بلکہ جو وہ کہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ سارے ذوق ذائقوں سے محرومی گوارا کرتے ہیں۔ ان سے بحث نہیں کرتے انہیں تنگ نظر اور اپنے مزوں کا دشمن نہیں گردانتے۔ لیکن اسی علم کا دوسرا دائرہ ہے جو ہمارے روحانی وجود سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کی گواہی مختلف انسانی ادوار میں تسلسل سے آنے والے چنیدہ انسانوں نے دی۔ فطرت انسانی کے عین مطابق۔ اس کی فلاح و بقا کا پروگرام دینے والے روحانی سائنس کے ماہرین آئے۔ سبھی اپنے معاشروں کے موقر، کاملیت کے حامل صادق و امین انبیاء تھے۔ مادی علم سے لیس آخری دور انسانی میں نبی آخر الزمان محمد ﷺ اسی ذی شان، ذی علم گروہ کے امام بن کر تشریف لائے۔ عَلَّمَ الانسانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ...... انسان کو اس علم تک رسائی دینے کو حق تعالیٰ کی طرف سے جو اس کی دسترس سے باہر تھا۔ اس علم کو دنیا کے لیے لانے والا عام انسان کی نگاہوں سے اوجھل تھا۔ جن کو الصادق، الامین نے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ کلام اللہ، اعلیٰ ترین علم وصول کیا۔ یعنی جبریل امینؑ۔ بدترین دشمنوں نے بھی محمد ﷺ کے ان

القاب کو قبول کیا، بلکہ یہ القاب دینے والے ہی قبل از نبوت، یہی کفار تھے!

کورونا پر ایمان لانے والو، ذرا دیکھو تو محمد ﷺ نے جو علم پوری دنیا کو دیا وہ کس ہستی سے وصول کیا۔

''وہ (محمد ﷺ) اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔ اسے زبردست قوت والے (جبریل امین) نے تعلیم دی ہے جو بڑا صاحب حکمت ہے۔ (عقلی، جسمانی کمالات والا) وہ سامنے آ کھڑا ہوا جبکہ وہ بالائی افق پر تھا۔ پھر قریب آیا اور اوپر معلق ہو گیا، یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔ (دور سے نہیں دیکھا، خوردبین سے نہیں دیکھا کہ اشتباہ ہو، دھندلاہٹ ہو!) تب اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو وحی بھی اسے پہنچانی تھی۔ نظر نے جو کچھ دیکھا دل نے اس میں جھوٹ نہ ملایا۔ اب کیا تم اس چیز پر اس سے جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے؟'' (النجم:3 تا 12)

محمد ﷺ کا مشاہدہ پوری بیداری میں تھا۔ نظر کا دھوکا نہ تھا۔ جو ہستی سامنے تھی وہ تصوراتی، تخیلاتی نہ تھی۔ ایسی عظیم، ایسی شاندار و حسین، اتنی منور کہ انسانی وہم وخیال سے ماورا۔ فرستادۂ الٰہی۔ اللہ نے اپنے چنیدہ نمائندہ بندوں کو کائنات کے سربستہ رازوں کی خبر دی۔ خالق کا پتا بتایا۔ مقصد حیات وممات اور زندگی بعد موت، آخرت کی خبر دی۔ جزا وسزا کا قانون پڑھایا۔

زندگی کے ہر شعبے کے لیے اصول وضوابط، قاعدے قوانین نازل فرمائے۔ لاریب کتاب، سارے علوم کی جامع، انسانیت کی ازلی ابدی فلاح کا مکمل پروگرام اس (قرآن) کے ذریعے عطا ہوا۔ محمد ﷺ کو معراج پر بلا کر پس پردہ حقائق کا مشاہدہ کروا کر مخبر صادق کو عین الیقین عطا فرمایا۔

''اب کیا تم اس چیز پر اس سے جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے؟''

کتنا برمحل سوال ہے! ہم تو تم سے نہیں جھگڑتے جب تم کورونا بارے بتاتے ہو۔ ہم نے اس ننھی سی حقیر لال پھندنوں والی (رب تعالیٰ ہی کی تخلیق) کو بن دیکھے مان لیا۔ علمی رویہ یہی درست تھا کہ ہم نے ہاتھ دھوئے، ماسک لگائے، احتیاط برتی۔ (جبکہ ہم جانتے ہیں تمہاری شراب نوشی عقل زائل بھی کر سکتی ہے۔ حقائق اس سے مختلف بھی ہو سکتے ہیں جو تم کہو!)

ہمارے نبی صادق ﷺ نے تو روشن دن میں کھلی آنکھوں سے فرشتے کو دیکھا۔ وحیٔ الٰہی وصول کی مسلسل 23 برس تک! یہ ہے ہمارے شفاف، مصفا، مقدس اور یقینی علم کی بنیاد۔ کامل واکمل دنیا وآخرت کی جامع!

☆☆☆

دوسری دعا

محمد آصف احسان

ایک مرتبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے ایسی آزمائش میں مبتلا کیا جو میرے ایمان کو رفتہ رفتہ گھن کی طرح کھا رہی تھی۔ میں اس ابتلا سے خلاصی کے لیے رب تبارک وتعالیٰ سے متواتر دعا کرتا تھا لیکن قبولیت کے آثار انتہائی مدہم اور نجات کی صورت دگرگوں تھی۔ ایک رات صبر وضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ میں نے الحاح وزاری سے دعا کی: ''یارب! مجھے اس آزمائش سے ایک دن میں نجات دے۔ بلاشبہ تو اس پر قادر ہے۔''

دعا کرنے کے بعد میں نے غور وخوض کیا کہ یہ بات تسلیم شدہ ہے حق جل شانہ ہر شے پر بلاشرکت غیرے قدرت واختیار رکھتا ہے اور دنیا وآخرت کے تمام امور ومعاملات اسی کی بلند پایہ ذات کی طرف لوٹتے ہیں۔ اگر وہ ایک روز میں دعا قبول نہیں کرتا اور میری ابتلا برقرار رہتی ہے تو کیا اس کے قدیر ہونے میں کچھ شک وشبہ ہو گا؟ میرا دل یک لخت مضطرب ہوا۔ میں نے اپنے پراگندہ حواس کو مجتمع کیا اور بلاتوقف دوسری دعا کی: ''اے اللہ! تو اپنے اوصاف وکمالات میں بے مثال ولازوال ہے۔ تیرے در کا یہ فقیر آشفتہ بیان وخطاکار اور ذلت وروسیاہی کے داغ سے داغ دار ہے۔ میری دعا کو ایک دن، ایک ہفتے، ایک مہینے، ایک سال میں قبول کر یا قبولیت کے لیے میری ساری زندگی لے لے۔ تیری قدرت کی وسعت پر میرا ایمان متزلزل نہیں ہو گا اور تیرے اختیار کی مضبوطی پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔''

میرے مکرم! رب تعالیٰ کی ذات سخی اور کریم ہے۔ اس دانا چرواہے کی نصیحت آمیز بات کو یاد کریں جو اس نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کی تھی کہ اگر اللہ رب العالمین کسی شخص کی دعا قبول نہیں کرتا اور اس کو وہ شے نہیں دیتا جو اس نے مانگی تھی تو یہ بھی رحمٰن ورحیم کا انعام وعطیہ ہے کیونکہ انسان کو محروم کرنے کی وجہ بخل نہیں بلکہ اس کی تدبیر وحکمت ہے جس تک رسائی پانا ہمارے لیے ممکن نہیں۔ روز جزاء کا مالک بے نیاز وفراخ دست ہے۔ وہ تو بغیر سوال کے عطا فرماتا ہے اور بہت عطا فرماتا ہے۔ اس کی بارگاہ میں جزرسی کا تصور بھی محال ہے۔

قرآن مجید بیان کرتا ہے: ﴿یدبر الأمر من السماء إلی الأرض﴾ ''اللہ تعالیٰ آسمان سے لے کر زمین تک ہر شے کی تدبیر کرتا ہے۔'' باری تعالیٰ تمام جہانوں کا بنانے والا اور ان کا پالن ہار ہے۔ اس کی حکمت اور قدرت کامل ہے۔ اس کے برعکس مخلوق ہونے کے ناتے ہماری عقل ناقص ہے۔ ہم میں اتنی سکت نہیں کہ اس کے حکموں اور فیصلوں کی تہہ پا سکیں یا ان کی حکمت کو کما حقہ سمجھ سکیں۔

خضر علیہ السلام کی مثال پر غور کریں۔ آپ نے صحیح سالم کشتی میں سوراخ کیا، ایک بچے کو قتل کیا اور گری ہوئی دیوار کو سیدھا کیا۔ اس کے بعد فرمایا: ''وما فعلته عن أمری'' یعنی میں نے کوئی کام بھی اپنی رائے سے انجام نہیں دیا، سب رب ذوالجلال والاکرام کا حکم تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی عظمت وبزرگی کے باوجود ہر حکمت سے بے خبر رہے۔ ہم تو کسی شمار میں نہیں ہوتے۔

ابن جوزی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ بعض اسلاف جہاد میں شرکت کی کثرت سے دعا کرتے تھے لیکن کوئی صورت نہیں بن پڑتی تھی۔ آخر کار انھیں القا ہوا کہ اگر وہ جہاد میں شریک ہوئے تو کفار ان کو قیدی بنا لیں گے۔ وہ اسیری کی تکلیفیں اور دشواریاں نہیں سہار سکیں گے اور دین اسلام سے منحرف ہو جائیں گے۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ ان کی دعا شرف قبولیت سے محروم رہے۔

میرے عزیز! مشرق ومغرب کا مالک سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اپنے اوپر توکل کرنے کی توفیق دے۔ میری دوسری دعا کو دوبارہ پڑھیں اور دیکھیں کہ خالق کی عظمت وکبریائی اور اپنی بے چارگی وعاجزی کے اظہار میں کس قدر لطف وسکون ہے۔ اپنے جملہ معاملات کو اس کریم ذات کے سپرد کر دیں جو حقیقی کارساز اور مشکل کشا ہے۔

برسبیل تذکرہ اللہ رب العزت نے اگلے روز اپنی عنایت ومہربانی سے میری دعا کی قبولیت پر مہر ثبت کی اور اس آزمائش سے نجات دی جس میں میں مدت مدید سے گرفتار تھا۔

☆☆☆

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

فرید اللہ مروت

ام المومنین سیدہ حفصہ ؓ خلیفہ ثانی اور جلیل القدر صحابیٔ رسول ﷺ سیدنا عمر فاروق ؓ کی بیٹی تھی۔

نام و نسب

نام حفصہ ؓ۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ حفصہؓ بنت عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوئی۔ والدہ کا نام: زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح

ولادت باسعادت

سیدہ حفصہ ؓ بعث نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ اس وقت قریش بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے۔

خاندانی عظمت

ام المومنین سیدہ حفصہ ؓ کے والد کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ان کے بھائی عبداللہ بن عمر ؓ کے تقویٰ اور نیکی کی گواہی خود سرور دو عالم ﷺ نے دی۔ ان کے چچا زید بن خطابؓ ایک متقی سردار، مجاہد اور شہید ہیں۔ سیدہ حفصہ ؓ کی پھوپھی فاطمہ بنت خطاب ؓ ایمان کے آنگن میں سب سے پہلے داخل ہونے والی خواتین میں سے ہیں۔

پاکیزہ پرورش

سیدہ حفصہ ؓ نے ایک پاکیزہ گھرانے میں پرورش پائی۔ ان کے والد سابقین اولین کے قافلے میں شامل تھے۔ آپؓ علم و ادب کے چشموں سے سیراب ہوئیں۔ اور قریشی خواتین میں فصیح شمار ہونے لگیں۔ نوشت و خواندگی کی تربیت حضرت شفا بنت عبداللہ العدویہ سے حاصل کی۔

پہلا نکاح

جب سیدہ جوان ہوئیں تو ان کا نکاح خنیس بن حذافہ السہمی ؓ سے ہوا۔ حضرت خنیس ؓ بھی سابقین اوّلین میں سے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی دعوت پر مسلمان ہوئے اور تعلیم و تربیت کے لیے ''دارالارقم'' میں داخل ہوئے۔

ہجرت اور خاوند کی شہادت

سیدہ حفصہ ؓ نے اپنے خاوند کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔

حضرت خنیس ؓ غزوۂ بدر میں زخمی ہوئے اور جب مدینہ منورہ لوٹے تو زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضور ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں جنت البقیع میں پہلے مدفون حضرت عثمان بن مظعونؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سیدنا عمر ؓ کی بے چینی

سیدنا حضرت عمر ؓ نے جب دیکھا کہ بیٹی 19 سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں اور اکثر غمزدہ رہتی ہے، تو پریشان ہو جاتے تھے۔ بیٹی کی شادی کے لیے کسی صالح مرد کی تلاش شروع کر دی۔ پہلے حضرت عثمان ؓ کے پاس گئے جب انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو پھر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس گئے۔ انہوں نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان اور ابوبکر صدیق ؓ حضور ﷺ کی خواہش کی وجہ سے خاموش تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر ؓ کی عزت بڑھانے اور ان کی پریشانی کم کرنے کے لیے یہ رشتہ کیا۔

حریم نبوتؐ میں آمد

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ حفصہ ؓ کے ساتھ 3 ہجری کو شادی کی۔ شادی کے وقت سیدہ کی عمر 20 سال تھی۔ 400 درہم حق مہر مقرر ہوا۔ دلہن نے جب خانۂ نبوت میں قدم رکھا تو سیدہ سودہ اور سیدہ عائشہ ؓ پہلے سے رفیقۂ حیات کے طور پر موجود تھیں۔ سیدہ سودہ ؓ نے خوش آمدید کہا لیکن حضرت عائشہ ؓ کو ناگوار گزرا۔

عبادت و ریاضت

ام المومنین سیدہ حفصہ ؓ ان نیک سرشت اور پاک طینت عبادت گزار خواتین میں شمار ہوتی ہیں جو ہمہ وقتی عبادت و ریاضت میں منہمک رہتی تھیں۔ سیدہ کثرتِ صوم و صلوٰۃ میں مشہور تھیں۔ اور یہ دونوں صفات عبادت کی اعلیٰ اور اہم منزلیں ہیں۔ حضور انور ﷺ نے بھی ان صفات کی حامل خواتین سے نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے۔ فرمایا: ''دین دار خاتون تلاش کرو۔''

ابن سعد کی روایت میں ان کی عبادت گزاری کا یوں تعارف کرایا گیا ہے: ''سیدہ حفصہؓ صائم النہار اور قائم اللیل ہیں۔''

تفقہ فی الدین

ام المومنین سیدہ حفصہ ؓ کو مصاحبت نبویؐ سے علمی فیوض و برکات سے بھی وافر حصہ حاصل ہوا۔ سیدہ سے 60 احادیث مروی ہیں جو انہوں نے سرور عالم ﷺ اور اپنے والد مکرم سیدنا عمر فاروق ؓ سے سنی تھیں۔ سیدہ میں تعلیم کا ذوق بھی پایا جاتا تھا۔ اسی شوق کا اثر تھا کہ حضور انور ﷺ کو ان کی تعلیم کی فکر رہتی تھی۔

غیور مزاج

ازواج مطہرات بلند مراتب اور اعلیٰ اخلاق کی حامل ہونے کے باوصف بعض بشری پہلوں سے مبرا نہ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں غیرت، سبقت اور اس کے مشابہ بعض باتیں کبھی کبھار لاحق ہو جاتی تھیں۔ سیدہ حفصہ ؓ پر بھی کبھی کبھی غیرت غالب آ جاتی تھی۔ جیسا کہ انہوں نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ حضرت زینب بنت جحش ؓ کو زیادہ وقت دے کر ترجیح دے رہے ہیں۔ یا آپؐ ام ولد ماریہ ؓ کے ساتھ خلوت کرتے ہیں۔ تو غیرت غالب آ گئی اور حضور ﷺ سے شکایت کی۔

محبوبؐ کے تقرب کی جستجو

سیدہ حفصہ ؓ اپنی ازدواجی زندگی میں بھی سرورِ دوعالم ﷺ کی خوشنودی کو چاہتی رہیں اور اس معاملہ میں وہ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتیں۔

طلاق اور رجعت

سرکارِ دوعالم ﷺ نے ایک مرتبہ ام المومنین سیدہ حفصہ ؓ کو طلاق رجعی دے دی تھی۔ بعد میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے رجوع کر لینے کا حکم آ گیا۔

اختلاف سے اجتناب

ام المومنین سیدہ حفصہ ؓ کو اختلاف سے سخت نفرت تھی۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب جنگ صفین ہوئی اور پھر ''تحکیم'' کے ذریعہ جنگ کا خاتمہ ہوا، تو سیدہؓ کے بھائی سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ ان واقعات کو فتنہ سمجھ کر گوشہ نشین رہنا چاہتے تھے۔ لیکن سیدہؓ نے انہیں مشورہ دیا۔ اگرچہ اس میں شرکت کرنے سے آپؓ کا کوئی فائدہ نہیں۔ پھر بھی آپؓ کو ضرور شریک ہونا چاہیے۔ کیونکہ لوگوں کو آپؓ کی رائے کا انتظار ہوگا۔ اور اس بات کا امکان بھی ہے کہ آپؓ کی عزلت گزینی ان میں مزید اختلاف پیدا کر دے۔

والد گرامی کی خدمت

معلم انسانیت، سید عالم ﷺ کے سانحہ ارتحال کے بعد ام المومنین سیدہ حفصہ ؓ خانہ نشین ہو گئیں اور علم و دانش کا ایک مرکز بن گئیں۔ خلافت صدیقی میں یہ عظمت اور قدر و منزلت کے بلند مقام پر فائز تھیں۔

سیدنا عمر فاروق ؓ جب ''امیر المومنین'' کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ تو سیدہؓ کے دل و دماغ میں کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ میں ''امیر المومنین'' کی صاحبزادی ہوں۔ نہ ہی والد کی خلافت کے باعث غرور و نخوت ان کے دل میں جگہ بنا سکی۔

علمی فضیلت

ام المومنین سیدہ حفصہ ؓ علم فقہ میں اچھی شہرت کی مالک تھیں۔ اور ان ہی صفات نے انہیں حضور انور ﷺ کے نزدیک بڑے محترم مقام پر فائز کر دیا تھا۔ ان کی فقہی آراء کو معتبر مانا جاتا تھا۔

ام المومنین بے شمار صحابہؓ کے لیے علم حدیث کا مرکز و مرجع تھیں۔ خود ان کے بھائی عبداللہ بن عمر ؓ بھی ان سے حضور ﷺ کے گھریلو اعمال کی تفصیلات دریافت کرتے رہتے تھے۔

قرآن کی محافظ

قیامت تک ہر مسلمان ام المومنین سیدہ حفصہ ؓ کا ممنون احسان ہے کہ جنہوں نے اپنے گھر میں قرآن مجید کے اصل نسخے کو محفوظ رکھا۔ جب بھی ہم تلاوت قرآن مجید سے لطف اندوز ہوں گے تو سیدہ کی اس قرآن پاک کی حفاظت کی فضیلت یاد آتی رہے گی۔

یوں ہی سیدنا عمر فاروق ؓ کا یہ احسان بھی ہمیشہ یاد رہے گا۔ جن کی تحریک اور تجویز پر امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق ؓ قرآن مجید کو ایک جلد میں جمع کرنے پر آمادہ ہوئے۔ انہوں نے اس مشورہ سے اتفاق کیا اور حضرت زید بن ثابت ؓ کو یہ ذمہ داری سونپی کہ تم جوان، عقل مند آدمی ہو اور پھر حضور انور ﷺ کے کاتب وحی بھی رہ چکے ہو۔ لہٰذا اب قرآن کے متفرق اوراق تلاش کر کے جمع کرو۔

چنانچہ حضرت زید ؓ نے چمڑے کے ٹکڑوں، تختیوں اور پتھروں پر لکھی متفرق آیات کو محنت شاقہ اور عرق ریزی سے ایک جلد میں جمع کیا۔ وہ صحیفہ امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر ؓ کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد وہ صحیفہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق ؓ کے پاس موجود رہا۔ پھر سیدنا فاروق اعظم ؓ نے اپنی وفات کے بعد اس عظیم امانت کی حفاظت کے لیے ام المومنین سیدہ حفصہ ؓ کا انتخاب فرمایا۔ اور یہ نسخہ ان ہی کے پاس محفوظ رہا۔ اسی وجہ سے سیدہ حفصہؓ کا ایک لقب ''حارسۃ القرآن'' یعنی قرآن کی محافظہ ہے۔ امیر المومنین سیدنا عثمان ؓ نے حفصہ ؓ سے قرآن مجید کا اصل نسخہ اس شرط پر طلب کیا کہ اس نسخے کی کاپیاں کرا کے اصل واپس کر دیا جائے گا۔ بعد میں والیٔ مدینہ مروان بن الحکم نے سیدہ حفصہ ؓ سے اصل نسخہ مانگا لیکن سیدہؓ نے دینے سے انکار کر دیا۔ سیدہؓ کی وفات کے بعد مروان نے عبداللہ بن عمر ؓ سے اصل نسخہ مانگا تو انہوں نے وہ نسخہ مروان کو دے دیا۔

سانحۂ ارتحال

آخر وہ وقت آ گیا جس سے کسی فرد بشر کو مفر نہیں۔ زوجۃ النبی ﷺ ام المومنین، محافظ قرآن سیدہ حفصہ ؓ نے شعبان المعظم 45ھ میں 60 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی۔ اس وقت کے والی مدینہ مروان بن الحکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن — دعائے مغفرت

☆ قرآن اکیڈمی، لاہور کے شعبہ خط و کتابت کے سابق انچارج محترم چودھری انوار الحق وفات پا گئے۔

☆ حلقہ لاہور غربی کے ملتزم رفیق محمد راشد اور اس کے بھائی محمد ارشد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0324-4080118

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلستان جوہر 1 کے ملتزم رفیق فیضان کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0316-1008021

☆ حلقہ لاہور غربی، چوہنگ تنظیم کے رفیق خوشنود احمد کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-4488980

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور صدر کے رفیق محترم جناب تنویر مشرف کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0321-9002025

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

اِصلاح کا طریقہ

دینی مقاصد کے لیے خواتین سے رابطہ رکھنے کے حوالے سے

حضرت اقدس مفتی محمود اشرف عثمانی دامت برکاتہم کی فکر انگیز تحریر

نیک دل طالبات اور دیندار خواتین کسی کو بزرگ سمجھ کر اس کی طرف زبانی یا تحریری طور پر رجوع کرتی ہیں، ان کا دینی جذبہ بالعموم قابلِ قدر ہوتا ہے اور انہیں دینی رہنمائی کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔

یہ سب خواتین قابلِ احترام اور پاک دامن اور سادہ دل ہوتی ہیں، اللہ رسول کی محبت اور اپنی آخرت کی تیاری کی وجہ سے رجوع کرتی ہیں...... مگر عام طور سے مرد ایسے پاک دامن صاف دِل نہیں ہوتے، مردوں کے دل دماغ میں شہوانی اور جنسی خیالات بآسانی آجاتے ہیں، نفس اور شیطان انہیں شہوانی اور جنسی خیالات کی طرف بآسانی راغب کر دیتا ہے اور وہ دھیرے دھیرے گناہ کی طرف بڑھنا شروع ہوجاتے ہیں...... خواتین میں محبت یا نفرت کا جذبہ غالب اور شدید ہوتا ہے، خواتین طبعی طور پر محبت کرتی ہیں اور محبت ہی کی خواہشمند ہوتی ہیں۔ مگر یہ محبت کہاں تک اللہ رسول کی محبت ہے اور کس مرحلہ پر جا کر اجنبی مرد کی محبت میں تبدیل ہوجاتی ہے، سادہ دِل ہونے کی وجہ سے اس کا خود انہیں بھی اندازہ نہیں ہوتا جب کہ مرد محبت کا مطلب وہی سمجھتا ہے جو اُس کا نفس اور شیطان اُسے سمجھاتا ہے، اس لیے کسی بھی مرحلہ پر جا کر دونوں سخت گناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں یا مبتلا ہوسکتے ہیں اور صراطِ مستقیم اور سلوک الی اللہ کی بجائے گناہوں کی دلدل کی طرف بڑھنا شروع ہوجاتے ہیں، خاص طور پر کنواری خواتین یا وہ خواتین جو اپنے گھر یا گھر والوں سے نالاں ہوں، نامحرم مرد سے اُن کی جائز محبت (حب فی اللہ) بہت جلد ناجائز محبت میں تبدیل ہوسکتی ہے اور انہیں خود اس کا اندازہ بھی نہیں ہو پاتا۔

اس لیے تمام اکابر نامحرم خواتین سے دینی تعلق رکھنے میں بہت زیادہ محتاط تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کسی خاتون کا دینی خط بھی صرف اس وقت قبول کرتے تھے جب اس پر اس کے شوہر کے دستخط ہوں یعنی اس خاتون کا وہ خط اس کے شوہر کی نگاہ سے گزر چکا ہو۔

احقر کا طویل عرصہ سے دار الافتاء سے تعلق ہے، وہاں مختلف واقعات نظروں کے سامنے گزرتے رہتے ہیں اور یہ کہ کسی طرح بعض مشائخ کا خواتین سے دینی تعلق آہستہ آہستہ ناجائز تعلق میں تبدیل ہوا، سامنے آتے رہتے ہیں۔ خود احقر کو کبھی بھی اپنے شرارتی نفس پر بھروسا نہیں ہو سکا، اس لیے احقر خواتین سے ذاتی طور پر ہمیشہ معذرت کر دیتا ہے اور ایک تحریر شدہ خط انہیں بھیج دیتا ہے۔

یہ ایک بڑی حقیقت ہے کہ اگر گھر کے سربراہ اور گھر کے ذمہ دار مردوں کا کسی بزرگ اللہ والے سے اصلاحی تعلق ہو تو اس گھر کے بچوں اور خواتین کی دینی اصلاح و تربیت خود ہوتی رہتی ہے اور بچوں اور خواتین کو علیحدہ سے بیعت وارشاد کی ضرورت نہیں رہتی، لہٰذا اگر گھر کے تمام مرد حضرات اکابر علماء ومشائخ سے تعلق رکھیں اور حکمت وموعظہ حسنہ کے ساتھ زندگی گزاریں تو گھر کی خواتین کی اصلاح خود بخود ہوجاتی ہے۔ بہر حال کچھ عرصہ قبل مدارس بنات کی طالبات اور کچھ خواتین کی طرف سے مجھے خطوط موصول ہونے شروع ہوئے کہ ہم آپ سے اصلاحی تعلق قائم کرنا چاہتی ہیں۔

احقر نے ایک جواب تحریر کیا، جو ہر ایک خط کے جواب میں بھیجا جاتا رہا، وہ خط یہ ہے:

مکتوب

عزیزہ سلمہا اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ آپ کا دینی جذبہ قابلِ قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو علم نافع عطا فرمائے اور آپ کو دنیا وآخرت میں عافیت کے ساتھ بہترین زندگی عطا کرے۔ آمین!

آپ ابھی نوعمر ہیں، آپ کا اس طرح خط وکتابت کرنا مناسب نہیں۔ آپ دلجمعی سے دینی اور دنیوی تعلیم حاصل کریں تاکہ آپ کی دنیا وآخرت درست ہو اور تعلیم آپ کے لیے دنیا وآخرت میں مفید ثابت ہو۔ جب آپ بڑی ہوجائیں، شادی شدہ ہوں، اس وقت شوہر کی اجازت کے ساتھ کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق قائم کرسکتی ہیں۔ فی الحال آپ درج ذیل چیزوں کا اہتمام کریں:

(1) نماز اوّل وقت میں ادا کرلیا کریں۔ نماز میں کوتاہی نہ ہو۔

(2) قرآن مجید کی تلاوت ضرور کیا کریں۔ بہتر ہے کہ روزانہ ایک پارہ ہو۔

(3) مناجاتِ مقبول عربی یا اردو کی دعائیں ایک منزل روزانہ ضرور پڑھا کریں۔

(4) دنیا کے ہنر مثلاً کھانا پکانا، سلائی کڑھائی وغیرہ جو آپ کی آئندہ زندگی میں کام آئیں ضرور سیکھ لیں ورنہ عورت کو تکلیف ہوتی ہے۔

(5) اپنا کام اور اپنے گھر کے کام خود کرنے کی کوشش کریں، کسی کی محتاج نہ بنیں۔

(6) والدین اور قریب ترین محارم کو راحت پہنچانے کی کوشش کریں۔ کسی کے لیے اذیت یا تکلیف کا باعث نہ بنیں۔ اس کا بہت گناہ ہے، اور بڑی نحوست کی بات ہے۔

(7) شکر کا اور دُعا کا بہت اہتمام رکھیں۔ جو نعمت نظر آجائے، اس پر فوراً شکر ادا کریں اور جو کچھ مانگنا ہو اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں۔ ہاتھ اٹھا کر بھی اور چلتے پھرتے بھی......

والسلام

دعا گو محمود اشرف غفر اللہ لہٗ

Macron targets Islam and French Muslims

French President Emmanuel Macron unveiled a plan Friday (02 October 2020) that mainly targets Muslims in a country that brags about rights and freedoms, describing Islam as a religion "in crisis" all over the world.

While insisting there were "no concessions" made in a new drive to push religion out of the education and public sectors in France, Macron announced that the country's ban on religious emblems, which notably affects Muslim women who wear headscarves or veils, will be extended to private-sector employees who are providing public services. The state will also have the power to step in where local authorities make unacceptable concessions to Muslims, he said, citing "religious menus" in school canteens or segregated access to swimming pools.

"Islam is a religion that is in crisis all over the world today, we are not just seeing this in our country," he said, adding that there is a need to "Crackdown on Islamist Separatism". He announced that the government would present a bill in December 2020 to strengthen a 1905 law that officially separated church and state in France.

Since Macron's inauguration as president in 2017, France has become a less liberal country for Muslims. "We're near the end of Macron's first term. And with each election there are the same questions about Muslims, and the financing of Muslim places of worship," said Jawad Bachare, director of the Collective Against Islamophobia in France.

Many French Muslims say that concerns over Islam have spilled over into stigmatization, pointing to issues such as recent rows about young women wearing headscarves appearing before a parliamentary committee or giving cooking tips on television. Macron described Islam as a "deathly ideology" in the wake of attacks by terrorist groups, although groups such as Daesh, which claimed responsibility for many attacks in France, are rejected by the Muslim community.

France was the first country in Europe to ban Islamic face veils, such as the burqa and the niqab, in public places in 2010. In 2014, the European Court of Human Rights upheld the ban but said the law could appear excessive and encourage stereotyping. Since then, French Muslims have growing concerns, saying that decisions taken by some municipal authorities to ban Islamic Face veils could lead to the further stigmatization of Muslims.

France has the largest Muslim minority in Europe, estimated at 5 million or more out of a population of 67 million. Anti-Muslim hatred has significantly risen in Europe in recent years. Far-right extremism and xenophobia have fueled Islamaphobia in Western countries, where terror attacks by Daesh and al-Qaida as well as a migrant crisis are used as excuses to legitimize those views. There have been intermittent attacks on mosques in France since 2007, when 148 Muslim gravestones in a national military cemetery near Arras were smeared with anti-Islamic slurs, and a pig's head was placed among them. In June 2019, a gunman wounded an imam in a shooting at a mosque in the northwestern city of Brest, but police ruled out a terror motive.

police ruled out a terror motive.

Likewise in November last year, a young Muslim foiled an attempt of desecration of the Holy Quran during anti-Islam rally in Norway. This year incidents of desecration of the Holy Quran occurred in Malmo Sweden and Oslo, Norway, which were strongly condemned by Pakistan.

By and large leaders of OIC member countries have shown an oblivious attitude towards the surging tide of sentiments against Islam by the western leaders. The autocrat rulers of Arab countries are keen in establishing diplomatic relations with Israel and they have adopted "Ostrich policy" by not countering Islamophobia.

In the Western Europe, surging wave of Islamophobia is now being cloaked into the garb of democracy by launching two pronged legislative and secular attack against Islam and Muslims.

Muslims communities that have settled in Europe and Scandinavian states are very conscious to preserve and protect their belief in Islam, staunchly observe its fundamentals and abide by values of Islamic culture as enshrined in the teaching of the Holy Quran. It has produced a cramp in the stomach of western political leaders as to why the Muslim youth cannot be lured to the unbridled western culture of immodesty, withered away family unit and aversion to religion. The worries of western leaders have further compounded by increasing number of mosques with thick attendance of worshipers in congregational prayers and centers of Islamic teachings.

The need of the hour is for the leaders of all Muslim countries to realize the gravity of Islamophobia in the western world and give a collective response in a befitting manner.

<u>Sources</u>: ***Adapted from articles on the subject published in the Daily Sabah and Frontier Post.***

افضل مسیح سے محمد افضل آزاد تک

تنظیم اسلامی علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے ایک بلند عزم رفیق کی زندگی کی کہانی

افضل مسیح نے 8 ستمبر 1965ء کو فضل مسیح ساکن سمندری (نواحی شہر فیصل آباد) کے گھر جنم لیا۔ فضل مسیح کا گھرانہ روایتی عیسائی عقائد پر کاربند تھا۔ جب ان کے بیٹے افضل مسیح کی عمر 17 سال کے لگ بھگ ہوئی تو ایک ہونہار اور سنجیدہ طالب علم ہونے کے سبب ان کے اساتذہ اکرام میں سے ایک شاہ صاحب اور دوسرے ماسٹر خادم حسین کی قربت میسر آئی۔ دونوں اساتذہ اکرام نماز روزہ کے پابند اور باکردار مسلمان بھی تھے۔ افضل مسیح اپنے اساتذہ کرام کو نماز کی مشغولیت میں دیکھ کر بہت حیران ہوتا۔ ایک سعادت مند طالب علم کی حیثیت سے وہ اپنے اساتذہ کو وضو کروانے کے لیے خود آگے بڑھ کر پانی کا لوٹا بھر کر لانے کی کوشش کرتا۔ لیکن اس کے اساتذہ یہ سب کیوں کر رہے تھے اس کی حقیقت جاننے کے لیے وہ گاہے بگاہے اپنے اساتذہ کرام سے سوالات کرتا رہتا۔ شاید دونوں اساتذہ کرام کے نصیب میں یہ سعادت اللہ نے لکھ رکھی تھی کہ انہوں نے افضل مسیح کے سامنے دین اسلام کا پیغام بڑی شفقت کے ساتھ واضح کیا۔ سعادت مند نوجوان پر اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی حقانیت بہت جلد واضح فرمادی اور اس نے اسلام قبول کر کے افضل مسیح سے محمد افضل آزاد بننے کا فیصلہ کر لیا۔ جب اس فیصلے کے بارے میں اپنے اساتذہ کرام کو آگاہ کیا گیا تو شروع میں انہوں نے اس فیصلے کو مخفی رکھنے کا مشورہ دیا۔ البتہ جب اہل خانہ کو پتا چلا تو محمد افضل آزاد کو گھر سے نہ صرف بے گھر کر دیا بلکہ قتل کی دھمکیاں بھی دی گئیں۔ ماسٹر خادم حسین نے محمد افضل آزاد کو اپنا بیٹا بنا کر ان کی سرپرستی شروع کر دی۔ مشکل ترین حالات سے گزرتے ہوئے محمد افضل آزاد نے اپنی تعلیم مکمل کر کے پرائیویٹ کمپنی میں ملازمت کا آغاز کیا۔ محمد افضل آزاد کے صاحبزادے عبداللہ تائب نے بتایا کہ والد صاحب اسی کی دہائی کے اوائل میں روس کے خلاف جہاد میں کم و بیش 2 سال افغانستان میں بھی رہے۔ واپس آئے تو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطابات کے ذریعے تنظیم اسلامی کا تعارف ہوا اور پھر تنظیم میں شامل ہو گئے۔ ملازمت کے دوران محمد افضل آزاد نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے قائم کردہ قرآن کالج واقع لاہور کے پہلے بیچ میں داخلہ لے لیا۔ اور کالج کے ہاسٹل میں سکونت اختیار کر لی۔ قرآن کالج میں ان کے کلاس فیلو جناب زاہد حجازی کی ہمشیرہ کے ساتھ ان کا نکاح ہوا۔ محمد افضل آزاد نے اپنے والدین اور بہن بھائیوں اور ان کی اولاد پر خوب محنت کی۔ ان کے ساتھ احسان کی روش اختیار کی۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھا۔ ان کی کوششوں اور کمال حسن اخلاق کے نتیجے میں مزید دو بھائی بھی مسلمان ہوئے۔ البتہ اگلی نسل میں افضل صاحب کے بھتیجے بھتیجیاں تیزی سے حلقہ بگوش اسلام ہو رہے اور بجا طور پر مرحوم کے لیے باعث اجر اور نجات اخروی کا ذریعہ بھی بنیں گے۔

محمد افضل آزاد کی وفات ماہ ستمبر کے آخری ہفتہ میں ہوئی۔ ان کی وفات کے موقع پر ہمیں ان کے خاندان کے دیگر افراد سے ملنے کا موقع بھی میسر آیا۔ محمد افضل آزاد کے تنظیمی سفر میں ان کو جو ذمہ داریاں دی گئی الحمدللہ انہوں نے ان ذمہ داریوں کو احسن طریق سے نبھانے کی بھرپور کوشش کی۔ اپنے گھر کے ایک حصہ کو ہفتہ وار درس قرآن اور معمول کے تنظیمی و تربیتی پروگراموں کے لیے وقف کیے رکھا۔ جہاں حد درجہ آزادی کے ساتھ آج بھی تنظیمی سرگرمیاں جاری و ساری ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے اس ایثار کو ان کے لیے توشۂ آخرت بنا دے۔ آمین!

Vol. 29 | Regd. C.P.L NO. 114 | No.34

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore